

عزات سیریز

کلیپٹ

مرکز کاسٹم ہاؤس



عشق سیرت

کلیا پلٹ

مستقل ناول

منظہر کلیم ایم اے

چند باتیں

محترم قارئین!

آپ کے ارسال کردہ پُر غرض خطوط تو مجھے ملتے ہی رہتے ہیں اور اس بات سے تو آپ بھی اتفاق کریں گے کہ ہر خط کا فرداً فرداً جواب دینا میرے لئے قطعاً ممکن ہے لیکن بعض خطوط ایسے ہوتے ہیں جن کا جواب دینے کو بے حد جی چاہتا ہوں یہ جی چاہتا ہوں کہ آپ کو بھی ان خطوط اور جواب میں شامل کروں تاکہ آپ بھی ان خطوط سے میرے ساتھ لطف اندوز ہو سکیں۔

ذریعہ قاری خان سے محمد اکمل خان صاحب لکھتے ہیں۔

محترم منظرِ حکیم صاحب! آپ کا ایک ناول میں نے اپنے ایک پڑھے کیے ساتھی کی زبانی سنا ہے۔ یہ کہ وہ کہ میں پڑھ کر کچھ نہیں سکتا۔ لیکن یہ خط نہیں آپ کو اپنے ہاتھ سے لکھ رہا ہوں۔ آپ کس تشاؤ پر جان تو فرما رہے ہیں گے کہ جو شخص پڑھ کر کچھ نہیں سکتا وہ خط کیسے لکھ سکتا ہے۔ تو جواب!۔۔۔ بات یہ ہے کہ میرے دوست مجھے ہمیشہ پڑھنے کیلئے پر اکساتے رہتے تھے لیکن کچھ حالات کی بدولت اور کچھ لا پرواہی میرا یہ زمانہ اس طرف نہ رہا۔ پھر ایک دوست نے مجھے آپ کا ناول "قابلِ تسخیرِ حرم" پڑھ کر سنایا۔ یہ ناول مجھے بے حد پسند آیا اور خاص طور پر عمران کی بہت اور جذبے کا تو میں قابلِ ہو گیا ہوں۔ اب سنو یہ ہو گیا کہ میں آپ

اس ناول کے نام مقام کردار واقعات
سب غرضی ہیں، کسی قسم کی مطابقت
محض اتفاقاً ہوگی جس کے لئے صحت
پیشتر پر پُر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے

ناشران۔۔۔۔۔ اشرف قریشی

یوسف قریشی

پرنٹر۔۔۔۔۔ محمد یونس

طابع۔۔۔

کے اور ناول بھی سننا چاہتا تھا لیکن میرے دوستوں کے پاس پڑھنے کی فرصت تو یقیناً تھی۔ لیکن پورا ناول پڑھ کر سنانے کی فرصت نہ تھی۔ اس پر میں نے فیصلہ کیا کہ میں خود اس قابل بنوں گا کہ آپ کے ناول پڑھ سکوں۔ چنانچہ میں نے بھی عمران کی طرح کمر بستہ باندھی اور دن رات پڑھائی۔ لکھائی میں مصروف ہو گیا۔ اپنے کام سے ہٹ کر باقی تمام مصروفیات میں نے چھوڑ دیں اور ہر لمحہ پڑھنے لکھنے میں گزارنے لگا۔ میرے دوست ہیں میری پوری طرح حوصلہ افزائی کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے میں بہت متقدم ہو گیا۔ اس قابل ہو گیا کہ نہ صرف آپ کے ناول خود پڑھ سکوں۔ بلکہ آپ کو اپنے ہاتھ سے یہ خط بھی لکھ سکوں۔ آپ کے ناولوں نے مجھے علم کی وہ دولت بخش دی ہے کہ جسے زوال نہیں۔ میں آپ کا بے حد مشکور ہوں اور آپ کے نئے ناولوں کا بے چین سے منتظر بھی ہوں۔

محمد اکمل صاحب کا یہ خط جب مجھے ملا تو یقین کیجئے میرا دل بڑا مسرت سے جھومنے لگا۔ میں اللہ تعالیٰ کے کرم کا بے حد شکر گزار ہوں کہ جس نے میرے ذریعے سے میرے ایک بھائی اور تم وطن کو عیسلم کی دولت بخش دی۔ میں محمد اکمل صاحب کی اس کا پلٹ پران کو بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس دولت کو حاصل کیلئے جسے واقعی زوال نہیں ہے اور موجودہ ناول کا پلٹ۔ میں اپنے قاری محمد اکمل صاحب کی مذکور کرتا ہوں۔ خدا کرے ان کا جذبہ حصول علم اور زیادہ بڑھے اور وہ علم کی زیادہ سے زیادہ دولت سے مالا مال ہوں۔ والسلام
منظر کلیم ایم۔ اسے

عراق نے تیزی سے کارچوک سے دائیں طرف چلنے والی سڑک پر غازی اور پھر ایچ بی پٹر پر دباؤ کی حالت برپا کر دیا۔ کارکنان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح چھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی۔ اس کی رفتار اب خطرناک حد سے بھی زیادہ ہو گئی تھی۔ مسلمان سڑک پر دوڑتی ہوئی کار کسی ایکشن سے بھرپور فلم کا ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی۔

مسلمان نے کافی دور جا کر ٹیک مرر پر نظر ڈالی اور اسے ایک کار کی میڈیٹیشن اندھیرے کا دامن چاک کرتی ہوئی نظر آئیں۔ سولان کے پولیڈ پراموسس سی مسکراہٹ تیر گئی۔ اب اسے مکمل یقین ہو گیا تھا کہ اس کا قاتل کیا جا رہا ہے۔

تجہ شام کو جب وہ آوارہ گرد کی کاموڈ بنا کر فلیٹ سے نکلا تھا تو اس کا ذہن بر قسم کے جھیلوں سے پاک تھا۔
کیئے دلکش ہیں چائے پی کر جب وہ کار سڑک پرسلے آیا تو اسے

میرا مطلب ہے تم کا ریس بغیر تہہ ہوئے تو نہیں بیٹھ سکتے کم کھانا
چار تہیں تو بیچ جوں کی؟

”شٹ اپ۔۔۔ یونائٹس۔“

کھجور مار کر نوجوان ہستے سے ہی اٹھ گیا۔

عران کی بات پر دوسرا نوجوان کھٹکھٹا کر ہنس پڑا۔

”جولی۔۔۔ آؤ تو چھپ معلوم ہوتا ہے۔“ نوجوان نے

ہنستے ہوئے کھجور مار کر نوجوان سے جس کا نام شاید جولی تھا کہا۔

”چلو جیکر۔۔۔ خواہ مخواہ اس کی باتوں میں وقت نہ لے ہو رہا

ہے۔“ کھجور مار کر جولی ابھی کھجور کھا رہا تھا۔

”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ تم تو ناراض ہو گئے۔ بھائی محضرا

سا پٹرول ادھار دے دو اور اپنا پتہ بھی۔۔۔ میں کل تمہارے

نام ایک پٹرول پمپ الٹ کر دوں گا۔“ ہم۔۔۔ مگر اس وقت شکر

سنان ہے۔“ جیکر ڈر گیا ہے۔“

عران نے چہرے پر خوف کے جبر پور تاثرات پیدا کرتے ہوئے

کہا۔

”ہمارے پاس فائو پٹرول نہیں ہے۔۔۔ تم ہمارے ساتھ

بیٹھ جاؤ۔ ہم تمہیں پٹرول پمپ پر چھوڑ دیں گے۔ وہاں سے پٹرول

لیکھ آنا۔“ جیکر نے جبر پر پیش کی۔

”مکو کیا تم مجھے داپس چھوڑ جاؤ گے۔“ عران نے امید بھری نظروں

سے جیکر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہم تمہارے باپ کے نوکر ہیں۔ یہ خود اے کہ ہم تمہیں پٹرول

پمپ تک لٹھ میں سے پر تیار ہو گئے ہیں۔“

جولی کا منہ ابھی تک نہیں اترتا تھا۔

”تھیک یو۔۔۔ تھیک یو۔۔۔ چلو میں داپس میں پیدل

آ جاؤں گا۔ ذرا صحت ہی بن جائے گی۔ ڈیڈی روڑ کہتے ہیں کہ پیدل

چلا کرو۔۔۔ تم مرنے ہوئے جا رہے ہو۔۔۔ کیا میں واقعی مرنے

بڑنا جا رہا ہوں۔“ عران نے بات کرتے کرتے سوال کر ڈالا۔

”نہیں۔۔۔ تمہارا جسم تو قابلِ تفریق حد تک سمارٹ ہے۔“

جیکر نے جواب دیا۔

”ویری گڈ۔۔۔ ویری گڈ۔“ کاش اس وقت میرے پاس

ٹیپ ریکارڈر ہوتا تو میں تمہاری بات ڈیڈی کو سنا کر اپنی جان چھڑا لیتا۔

عران کی زبان پل پڑی۔

”اچھا۔۔۔ چلو کار میں بیٹھو۔ خواہ مخواہ وقت مٹانے نہ کرو۔“

جیکر بھی اب شاید اکتا گیا تھا۔

”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ تم تو یوں مجھے ڈانٹ رہے ہو جیسے

انڈیا کے کسی جا رہے ہو۔ میں ڈرا کر لاک کر آؤں۔“ عران نے

جواب دیا۔

اور پھر تیزی سے اپنی کار کی جانب مڑ گیا۔

اس کے مڑتے ہی جیکر اور جولی کی نفری ملیں اور پھر دونوں کے

چہروں پر تختہ انداز مسکراہٹ دوڑ گئی۔

شکار خود ہی دامن میں چھن رہا تھا۔

عران میدان کار کے قریب گیا اور اس نے کار کے اندر جا کر بیٹھ

شکستہ اور ویران قلعہ تھا۔ اور پچیسہ اس کے ساتھ کچھ اس قسم کی مافوق الفطرت روایات وابستہ تھیں کہ کوئی شخص بھی ادھر جانے کا تصور نہیں کر سکتا تھا۔

کافی دیر تک گاڑی سڑک پر دوڑتی رہی۔ پھر اولڈ فورٹ کے شکستہ منگڑ عظیم انسان دروازے کے قریب پہاڑ کوڑک گئی۔
”باہر نکلو۔۔۔“ بیگم نے عمران کو حکم دیا۔

اور مسلمان خاموشی سے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ابھی تک وہ چرموں کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔ اس نے خاموشی تھا۔
جوں اور جیسر گرجی کا رے سے باہر نکل آئے۔ جیگم نے ابھی تک ریوانو عمران پر تان رکھا تھا۔

”اُس کی تلاشی نہ بولی“

جیگم نے بولی کو ٹھکانہ لیجی میں کہا۔

اور جلی مسلمان کے پیچھے اگر اس کی تلاشی لینے لگا۔

عمران خاموش کھڑا تھا۔ ریوانو اور وہ بروقت اپنے پاس رکھنے کا حادی نہیں تھا۔ اس نے بے فکر تھا۔

”کوئی اسلحہ نہیں ہے۔“ بولی نے مکمل تلاشی کے بعد تدریسے مایوسی کے عالم میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ چلو۔“ بیگم نے کہا۔

وہ سب اولڈ فورٹ کے دروازے کی طرف چل پڑے۔ ان کی پوزیشن یوں تھیں کہ بولی آگے تھے۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر عمران تھا اور عمران کے پیچھے جیگم ریوانو تھے۔

وہ قلعے کے شکستہ دروازے میں داخل ہوئے۔ دروازے کے بعد ایک بہت بڑا میدان تھا جس میں جھاڑیاں اور قد آدم گھاس اگلی ہوئی تھی۔ قلعے کی دیواروں کے ساتھ ساتھ شکستہ کوٹھڑیاں تھیں۔ اصل عمارت میدان کر اس کرنے کے بعد آتی تھی۔

عمران کوٹھنے ہوئے وہ ایک شکستہ کوٹھڑی کے اندر داخل ہوئے اور پھر جلی نے آہستہ سے دیوار کے کوٹھنے میں ایک اکھڑی ہوئی اینٹ کو زبردست دبا دیا اور کوٹھڑی کی بائیں دیوار میں خلا سا بن گیا۔

وہ مسلمان کوٹھنے ہوئے اس سڑک میں داخل ہو گئے یہ ایک طویل سڑک تھی جو کافی سے زیادہ مدد تک شکستہ تھی۔ مگر اس میں مادہ ہوا برابر آ رہی تھی۔ اس نے اس میں کسی قسم کی سیلن یا دبوچا نہیں بولی تھی۔

وہ سڑک میں چلتے گئے۔ کافی دیر تک چلنے کے بعد جب سڑک ختم ہونے میں نہ آئی تو آخر مسلمان سے نہ رو گیا وہ بول ہی پڑا۔

”یہ سڑک ہے یا شیطان کی آنت“

”خاموش رہو۔۔۔“ جیگم نے یوں کوڑک کر کہا جیسے عمران کے دلخنے سے سڑک کے اور زیادہ طویل ہو جانے کا خطرہ ہو۔

کافی دیر بعد سڑک ختم ہوئی۔

ساننے ایک دروازہ تھا۔ دروازہ دیکھ کر عمران حیران رہ گیا کہ یہ دروازہ بالکل صیغہ و سالم حالت میں تھا۔ اس پر اسٹندہ زما نہ لگے تھے۔

نچوڑ میں بنائے تھے۔

جوں نے دروازے پر تین بار مخصوص انداز میں دستک دی۔ چند

ن کے اندر رہنے کے بعد دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور دروازہ بند ہونے ہی اچانک وہ جگہ جہاں وہ تینوں کھڑے تھے، تیز روشنی میں مٹا گئی۔ کمرے کا باقی حصہ ملکی روشنی میں عجیب پراسرار نظر آ رہا تھا اور انتہائی سادہ اسی طرح قطعی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

”اے اے“ — اندھیرے جیسے ہی ایک بھاری ہرکم آواز گونجی۔ بجے میں عجیب سی کھڑکھڑاہٹ تھی۔ جیسے کوئی شخص زبردستی دل رہا ہو۔

”ہاں ہاں — یہ شخص موجود ہے۔“

”جیگہ نے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔“

”ٹھیک ہے۔“ — اب تم جاؤ۔“ ہاس نے انہیں حکم دیا۔ اور ساتھ ہی دروازہ کھٹکا چلا گیا۔

جیگہ اور جولی واپسی کے لئے کمرے۔ عمران بھی ان کے ساتھ ہی جا پڑا۔

”تم یہیں دو گھنٹہ“ — ہاس نے سخت لہجے میں اسے حکم دیا۔ اور عمران دگ گیا۔

جیگہ اور جولی دروازے سے باہر چلے گئے۔ ان کے باہر جانے کے بعد دروازہ بند ہو گیا۔

اس کمرے پر چھپا ہوا علامہ ان :
آواز دوبارہ گونجی۔

عمران سمجھ گیا کہ سامنے والی دیوار میں مائیکروفون فٹ ہے۔ نیویوژن آئی کے ذریعے اسے کسی اور جگہ سے دیکھا جا رہا ہے۔

میں بعد دروازہ کی درز سے ایک تیز روشنی نکلی اور وہ تینوں روشنی میں نہا گئے۔

ایک لمحے بعد روشنی بچھ گئی اور پھر دروازہ آٹومیک طریقے سے کھٹکا چلا گیا۔
دروازہ کھٹنے پر وہ تینوں اندر داخل ہوئے۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ان کے اندر داخل ہونے پر دروازہ خود بند ہو گیا۔ اس کمرے سے نکل کر وہ ایک گیسری میں پہنچے۔ گیسری کچا کے قتلوں سے روشن تھی۔

عمران حیرت بھری نظروں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ نکلے کچ سے ان لوگوں نے اس پر اسے کھسے کو اپنا اڈہ بنایا ہوا تھا۔ ان کے انتظامات سے تو یہ نہی محسوس ہوتا تھا جیسے انہیں یہاں سیٹ ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔

گیسری میں موجود ایک ٹبے سے دروازے کے پاس پہنچ کر وہ رک گئے۔

دروازے کے باہر ایک سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔ جولی نے دروازے کی مضبوط پوٹ پر کھٹکے ہوئے ایک چھوٹے سے جین کو دیا اور پھر مودبانہ انداز میں پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

پہلے تینوں بعد سرخ بلب بجھ گیا اور پھر دروازہ خود کار انداز میں کھٹکا چلا گیا۔

اندھیرے میں گہرا اندھیرا تھا۔ جیگہ کے اشارے پر عمران دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ عمران کے ساتھ وہ دونوں بھی تھے۔

دو خاموشی سے اُس کے بڑھ کر کسی پر بیڑہ گیا۔ چند لمحوں تک خاموشی طاری رہی۔ پھر وہی آواز دوبارہ گونجنے لگی۔

”مسز سعدان۔۔۔۔۔ تمہیں اپنے آپ کو یہاں پا کر حیرت نہیں ہوئی؟“

”حیرت۔۔۔۔۔؟ دو کیا ہوتی ہے۔۔۔۔۔ کیا یہ کسی جدید تیار کا نام ہے۔۔۔۔۔ صاف کچے طب کے متعلق میری معلومات مغرب پر جواب میں ایک زوردار قہقہہ سنائی دیا۔

اور پھر وہی آواز گونگی۔

”ویری گڈ مسٹر عمران۔۔۔۔۔ مجھے خوشی ہے کہ تم انتہائی دلیر اور نڈر آدمی ہو۔ مجھے تجربے کے لئے ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔ میں تمہاری ہنسی جانتا ہوں۔ اس لئے میں نے تجربے کے لئے سب سے پہلے تمہارا انتخاب کیا ہے۔“

”تجربہ۔۔۔۔۔ کیسا تجربہ؟“

عمران واقعی اس دفعہ حیرت سے بولا۔

”تمہیں سب معلوم ہو جائے گا اور تم اس ملک میں پہلے شخص ہو گے جس پر جدید ترین تجربہ کیا جائے گا اور اس کی کامیابی کے بعد اس تجربے کو وسیع پیمانے پر دوہرایا جائے گا۔“

آواز کا لبہ مسرت سے چھلپوڑ تھا۔

”کیا مجھے طوطا بنانے کا ارادہ ہے۔۔۔۔۔ مگر سوچ لو پھر یہ بچہ رکی کھلائی بیٹے کی اور میں وہ اسپیشی لگتی کی چوری نہیں کھاؤں گا۔ اس اور ٹالس دینی لگتی کی چوری بھی تجھے اس آئے گی۔“ عمران نے

حقارت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

لیکن اس کی بات کو کوئی جواب نہیں ملا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اچانک دروازہ کھلا اور پھر وہ نقاب پوش اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے ہاتھوں میں سفین گئیں پکڑی ہوئی تھیں۔

”ہمارے ساتھ چلو۔۔۔۔۔ خبردار اگر کوئی حرکت کی تو گولیوں کا منہ پر سا دیا جائے گا۔“

ایک نقاب پوش نے صوت لہجے میں عمران سے کہا۔

”اگر حرکت نہیں کروں گا تو پلوں کا کیسے۔ بیز حرکت کئے چلنا تو مجھے کسی نے سکایا ہی نہیں۔“

عمران نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

”شٹ اپ؟“

نقاب پوش نے جواب میں پٹا تو اس نے ڈانٹنے میں ہی عافیت سمجھی۔

”بچنے۔۔۔۔۔ پہلے حرکت سے منع کیا۔ اب بولنے سے بھی منع کر دیا ہے۔“

ایک عجیب و غریب آدمی ہے۔ ایسی دعائیں تو ہم نے کتنے کہا نیوں میں بھی نہیں پڑھی۔ وہاں بھی کلاؤ کو کم از کم شہزادے کو بولنے کا حق دینا ہے۔“

عمران کی زبان چل رہی تھی

”دوسرے ہی لمحے ایک نقاب پوش نے اسے گریبان سے پکڑ کر

تھکا دیا۔“

اور عمران کو شاید اس ناشائستہ حرکت پر غم آگیا۔

وہ سیدھا کھڑا ہوا اور دوسرے مجھے گریبان پکڑنے والا نقاب پوش

”ہال کا دروازہ ابھی تک کھلا ہوا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ چلا، ہال کا دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہو گیا اور ساتھ ہی ایک جھانک قہقہے سے ہال کے دیوار گونج اٹھے۔

عمران خاموش کھڑا نقاب پوشش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے دروازہ بند ہونے یا قہقہے پر کوئی توجہ نہ دی۔ نقاب پوش بھی گم سم کھڑا تھا۔ ویسے عمران نے محسوس کیا کہ قہقہے کے ساتھ ہی تیزی سے اس کا جسم لرزنا شروع ہو گیا تھا۔

اور پھر عمران بھی جھٹک پڑا۔ کیونکہ ہال کی دیواروں سے مستحکم گیس نکلنی شروع ہو گئی تھی۔

عمران نے تیزی سے مشین گن ایک کونے میں پھینکی اور چچی سے ناکہ بند کر لی۔ مگر بدبو اتنی تیز تھی کہ اس کا دماغ گھومنے لگا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر اس کا دماغ تریکی کی گزرت میں ٹھہر کر ٹھہرنا لگا۔ اور وہ لاکھوں کفرش پر گر پڑا۔

نقاب پوشش اس سے پہلے ہی ڈھیر ہو چکا تھا۔ پورا گرد گیس کی تیز فوسے بھر چکا تھا۔

چھینا تھوڑا پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے پیٹ میں عمران نے پوری قوت سے ٹکڑا دیا تھا۔

دوسرا نقاب پوش مشین گن سیدھی کرنے ہی لگا تھا کہ عمران نے تلو بازی کی اور اس کی دونوں ہاتھوں نے نقاب پوش کی گردن کو قبضے کی طرح جکڑ دیا۔

دو چہرے بھی عمران کے ساتھ ہی الٹا پھٹا گیا۔ اس کے ہاتھوں سے مشین گن چھوٹ کر دوڑ جا گئی۔

عمران برق کی طرح تڑپ کر سیدھا ہو گیا اور دوسرے نئے مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی۔

پہلا نقاب پوش پیٹ پکڑنے اسٹن کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ پر شدید ترین تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔ وہ ابھی رکوع کی تانب میں پہنچا تھا کہ دوبارہ فزٹس پر گر پڑا اور دوسرے لمحے اس کے منہ سے طرہ ہٹ کی آوازیں نکلیں۔ منہ سے نہ تیزی سے بیٹے لگا اور ساتھ ہی اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ وہ دم توڑ چکا تھا۔ شاید اس کے پیٹ کوئی رگ پھٹ گئی تھی۔

عمران اس نقاب پوش کی طرف متوجہ ہوا جیسے اس نے قہقہے سے مار کر گرایا تھا۔ وہ اس دوران اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ عمران نے مشین گن کا رخ اس کی طرف کیا اور اس نے فزٹس پر غور پر غور کر دیکھا کہ کتنے کھڑے کر لے۔ وہ شاید اپنے ساتھی سے سبق حاصل کر رہا تھا۔

ابرجو: عمران نے کڑی کڑی اسے حکم دیا

مشین کا فن آں جو تے جی سینٹی کی آواز بند ہو چکی تھی۔

بلیک زبرد نے منور اس بند سے کو دیکھا اور پھر بڑبڑایا۔

”اولڈ فورٹ روڈ۔۔۔۔۔ یہ کیا پکڑے ہے؟“

چند لمحوں تک وہ مالی مالی نظروں سے نقطے کو دیکھتا رہا اور

پھر اس نے مشین کا بین دیکھا اور کمرے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مخصوص

کمرے سے نکل کر وہ اس سے ملحقہ ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

چند لمحوں بعد جب وہ باہر نکلا تو وہ میاں سٹوٹ میں بند تھا۔

اس نے ایک الماری سے ریلیا اور اور چند نٹو ڈانڈ نکال کر

بیمب میں ڈالے اور پھر ایک فکر مخصوص کمرے پر ڈاکٹا ہوا دروازے سے

باہر نکل گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی بے آواز موٹر سائیکل تیزی سے سڑک پر دوڑ

رہی تھی۔ موٹر سائیکل ٹوٹان کی سی تیز رفتاری سے اڑی چل جا رہی تھی

جلدی بلیک زبرد اولڈ فورٹ روڈ کی پہلی کراسنگ پر پہنچ گیا۔

اس روڈ پر تھوڑی دور جانے کے بعد اسے دور سے ہی عکس کی کار

سڑک کی ایک سائڈ پر کھڑی نظر آگئی۔ اس نے موٹر سائیکل کی رفتار

آہستہ کر دی۔

اور پھر وہ کار سے تھوڑی دور پہنچے ہی رک گیا۔ پندہ لٹے تک وہ

سڑک پر پاؤں لٹکانے کی حالت کا ماترہ دیکھا۔ لیکن کار کے دروازے پر

ماترہ پر شہر کی خاموشی طاری ہو گئی۔

بلیک زبرد نے آخر کار موٹر سائیکل سینڈ پیز کھڑکی کی طرف پھر تیز

قدم اٹھاتا ہوا کار کی طرف بڑھا۔ کار کے شیشے پر سے جسے تھے

بلیک زبرد اپنے بستر پر لیٹا ہوا ٹیبل بیسٹ کی روشنی میں ایک

خفیہ کتاب کے صفحے میں غرق تھا کہ اچانک کمرے میں تیز سینٹی کی

آواز گونجنے لگی۔

بلیک زبرد سڑک پر اٹھ بیٹھا۔

دوسرے صفحے میں کتاب ایک طرف پھینکی اور جیسٹ کر بیٹھ گیا

لگاؤں پہن کر وہ کمرے سے باہر نکلا۔ اس کا رخ مخصوص کمرے کی طرف

تھا۔

بعد ہی وہ اپنے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ کمرے میں سینٹی کی آواز

پرستہ گونجنے لگی تھی۔

بلیک زبرد تیزی سے ایک مشین کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا

اس نے مشین کا بین آن کر دیا اور مشین کے ڈائل پر اپنی ہولی ٹیکروں

سندس ہر ایک کیڑے اور سرنگ رنگ کا نقطہ تیزی سے جلتے بجھتے لگے۔

بیک زیر دست جیب سے چابی نکالی اور پھر اس نے دروازہ کھول لیا اس نے کار کی اندر مٹی کا ستہ جلائی اور پھر اسی طرح کار کو بیک کر کے لگا۔

ڈیش بورڈ پر لگے ہوئے اس جین کو اس نے آفت کر دیا جسے عزن دیا گیا تھا۔ اور جین کے اشارے پر بیک زیر میاں تک پہنچا تھا سٹرنگ کی دوسری سائڈ پر جو دروازہ تھا اس کے پیچھے برائنگلی سے ایک چھوٹا نشان بند ہوا تھا۔ ایک چھوٹا سا دائرہ بنا کر اسے گراس کیا ہو تھا۔ بیک زیر ہونے پر اس نشان کو دیکھا اور پھر مسکرایا۔

اس نے جیب سے دو ٹال نکال کر وہ نشان مٹا دیا اور پھر کار سے باہر نکل آیا۔ دروازہ بند کر کے اس نے لاک کھلا چھوڑ دیا۔

پھر وہ تیزی سے اپنے موٹر سائیکل کے قریب پہنچ کر اس نے موٹر سائیکل کی سیٹ پر ایک خاص جگہ پر آکر بیٹھ گیا اور پھر اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اس نے تیزی سے ایک فریکوئنسی سیٹ کی اور جین کو سن کر دیا۔

”ہیو — سیلو — ایکھو پیکنگ — اور“

وہ ایکھو کے مخصوص لہجے میں بول رہا تھا۔

دوسری طرف سے رابطہ قائم ہو گیا۔

”سیلو — جو یا پیکنگ — دور“

دوسری طرف سے جوابی آواز سنائی دی

”جو یا — کسی نمبر کو کال کر کے اس کی ڈیوٹی لگاؤ کہ وہ ٹولڈ فورٹ رڈ کے تیرہویں سٹاک میل کے قریب سے عمران کی کار وائٹس منزل

لے جائے — میں تمہاری دیر بعد تمہیں پھر کال کروں گا۔ سیٹ کے قریب رہنا — اور“

بیک زیر ہونے احکامات دیئے۔

”یس سر — میں ابھی صفحہ کو کال کرتی ہوں۔ اور“

جواب دیا۔

”اوکے — اور اینڈ کال“

بیک زیر نے کہا۔ اور پھر جین آف کر کے سیٹ دوبارہ فٹ لے لیں دیکھ دیا۔

خاندان کے وہ موٹر سائیکل پر سوار ہوا اور سلف سٹارٹڈ ہونے لگا۔

دوسرے لمحے ایک جھٹکے سے موٹر سائیکل اوٹورٹ کی طرف بھاگنے لگی۔

بیک زیر کے ذہن میں عجیب سے خیال آ رہے تھے۔ وہ موٹر سائیکل کا عمران پر ٹیکنٹ ایسی کون سی آواز پڑھتی ہے جس کی وجہ سے اسے یوں کاوجہ کر جانا پڑ گیا ہے اور پھر وہ انٹریس پیش کش اور سرکل نشان پر سب چیزیں اس کے ذہن میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ بہر حال کوئی واضح تصویر اس کے ذہن پر منکس نہیں ہو رہی تھی۔

جلد ہی وہ اس کے اسٹاک پر پہنچ گیا جیسا اس سے ایک منٹ پہلے کہے گئے تھے کہ وہ ایک واپس شہر کی طرف جاتی تھی

اس کے اسٹاک پر پہنچ کر بیک زیر ہونے سے موٹر سائیکل ریک وئی۔ اب وہ محضے میں چپس لیا تھا کہ گولہ سا سستہ اختیار کرے۔ رات کا

وقت تھا اور چاند نے صبح و شام کی اور سنائی کا دور دورہ تھا۔

شہر کی طرف بڑے دن غم کے رخ دور ستاروں کی طرح چمکتی ہوئی دھندلیاں کسی نئی دنیا کا دکھن ستارہ پیش کر رہی تھیں۔ مگر بیک زبرد اس دکھن ستارے سے جہ نیاز بڑے غور سے سرگ پر نظر کیا جائے کھڑا تھا۔

پراسنے گئے کی طرف اس کا ذہن بار بار رہا تھا مگر وہ بھراپنے اس خیال کو خود ہی مستور کر دیتا۔ کیونکہ پرانے قلعہ کی طرف عمر ان کے جانے یا نہ جانے کی کوئی نگ نظر نہیں آتی تھی۔

جب چند لمحوں تک وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکا تو اس نے اتر کر موزا نیکل سینڈ کی اور پھر نیچے بیٹھ کر بغیر سرگ کو دیکھنے لگا۔ جلدی میں وہ شام سا قہ زار دکھتا تھا۔ اس سنے اسے اب اپنی قوت بے عارت کر آنا مانا پڑ رہا تھا۔ مگر اتنا گہری تاریکی میں نائروں کے نشانات دیکھ لینا ایسے ہی تھا۔ جیسے بھروسے کے ذہیر سے سوتی ڈھنڈھٹا تھا۔

ابھی وہ اسی لمحے میں ہٹا تھا کہ اچانک اس کی نظریں پر اسنے قلعے کی طرف اٹھ گئیں۔ اور پھر وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ دور قلعے کی طرف اسے چمک سی نظر آئی جیسے کچی چمکی ہو مگر آسمان پر ستارے اپنی چوری کب وہاں سے چمک رہے تھے۔ اس سنے اس سنے بجلی دھندلیاں وہیں سے جھٹک دیا۔

ایک لمحے کے سنے اس کے ذہن میں پرانے قلعے سے وابستہ مافوق الفطرت داستانیں گھوم گئیں۔ مگر دوسرے لمحے وہ پرانے قلعے کی طرف جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

اس نے تیزی سے موزا نیکل ستارٹ کی اور پھر گہرے جیسے ہی اس نے ایک سیڑھی لڑائی دیا وہاں موزا نیکل لوفان کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔ جلدی وہ پرانے قلعے کی طرف پہنچ گیا۔ اس سے موزا نیکل نیپ گھنے درخت کے نیچے سینڈ کی اور پھر اسے ناک کر کے پیدل ہی پر اسنے قلعے کی طرف بڑھنے لگا۔ جلدی وہ قلعے کے بڑے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

چادروں طرف بھائی ہوئی اصحاب ٹمکن ویرنی سنہانی سوغانک علی محمد و اہل اہل ان سے آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا جیسے وہ گوشت پرست کے انسان کی بجائے کوئی بد روح ہو۔

قلعے کے دروازے میں داخل ہوتے ہی وہ اچانک ٹھٹھک کر ایک سگستہ دیوار کی آڑ میں ہو گیا۔

سانے ایک کھڑکی سے ایک صاحب سا نکلا تھا اور بیک زبرد اس حاسنے کو دیکھ کر کھٹکھٹا تھا۔

سایہ بیک زبرد کی طرف ہی بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اس سنے بیک زبرد پوار کے ساتھ اور سمٹ گیا۔ دیکھے اس کا ایک ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے تھا اور پر تھا۔ چونکہ اس نے سیاہ سوٹ پہنا ہوا تھا اس سنے وہ اندھیرے کا ایک جز معلوم ہو رہا تھا۔

سایہ تیزی سے اس کے قریب سے گزرا چلا گیا اس کی نظر بیک زبرد نہیں پڑی تھی۔

بیک زبرد ایک لمونگ دیہی کھڑا تھا۔ پھر وہی ہمہ تن سمٹ کر کھٹکنا ڈائیٹ کے قریب پہنچا۔ گیٹ کے مقبرہ عاتقوں سے لگ کر اس سے ہر

نظری دوڑائیں۔

وہ سب کرگیت سے تھوڑی اور کھڑا تھا۔ اس کا راج سڑک کی طرف تھا اور سڑک پر چلنے کیا دشمنوں کا تھا۔ سڑک حب معمول تارک اور مسلمان تھی جنہوں نے ایک وہ سب سڑک پر غلاموں کی کھڑا دیکھا تھا۔ پھر اس نے تیز سے چپ میں چھوڑا اور دوسری ہم لاکھ کی چیز نکال کر گیت کے سامنے نہیں برائے ماری۔

کیک جگا جگا ہوا اور دوسرے کچے جیک زیر و بر دیگھ کر چرنی دیو
 کہ جس سے روشنی کی تیز شاخیں نکل کر دور و در پھیل گئیں۔
 یہاں کسوں جو بدھ تھا پیچھے کبھی نے روشن کا شہ آگن کر دی ہر اور مرزا
 مانٹا ہم کی روشنی میں کافی اور بیک سڑک روشن ہو گئی۔ بیک زیر و کا موزنا گیا
 سامنے درخت کے پیچھے کھڑا صاف نظر آ رہا تھا۔

در حجب وہ عورت سائیکل بیک زبرد کو نظر آ رہا تھا اس سانسے کی نظر سے کہے بچا ہوا اور وہ سارے ہی چہ ایک زوجہ ان شخص تھا عورت سائیکل کو روک کر کسی چٹا تھا۔

مردمِ مانتہم کی روشنی بکھر چکی تھی اور ایک بار پھر ہر طرف اندھیرا سا ہو گیا تھا۔

وہ انہوں نے تیزی سے اس موٹر سائیکل کی طرف بڑھ کر ایک زبردستی
 قیمت اس موٹر سائیکل کو ہاتھ سے گھڑانا چاہتا تھا۔

۱۔ اگر اب کوئی حرکت کی تو گون توڑوں گا۔ ایک زیر کے

ان سے جسم ڈھیلو چھوڑ دیا۔ بلیک زیرو سے تحقیق سوار کرک

”فے کے متعلق تفصیل سے بتاؤ۔“ بیک زیرو نے ہانک کر جھپکا دینے لگا۔

اور جب جنگیں جیک زیر کو تمام تفصیلات بتا دیں وہ سر سے جیک زیر کا ہاتھ اٹھا اور پھر جنگ کی کینچی پر ایک زرد دھڑکھڑکی اور اسے ساتھ ہی جیک زیر نے ریوالتھ کی کردستانہ کی کھوپڑی مری قوت سے تڑا دیا۔

جیگر اور اوروں ہی میں ڈبیر ہو گیا۔ وہ اب کم از کم واگھٹوں کے لئے
دش ہو چکا تھا۔

بلیک زیرو لے فنی کرنے کے بعد انڈیا کو اسے کالہ سے پر لادا دیا۔
موسمائیٹل کے قریب لاکر اسے زمین پر بیٹھ دیا۔

میں سائیکل کے ساتھ بیٹھے ہوئے بیگ سے اس نے ایک سی
ہاں سے برکشن میچ کے ہاتھ پاؤں اچھی طرح اندھ دیکے پر حیرت
دہانہ نکال کر اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔

ابوہدینان سے اعطاء الدردو بارہ قلعے کی طرف سے دیا۔ اب اسے
کے متعلق تمام تفصیل کا علم ہو چکا تھا۔ اس سے دو بڑے ہینان
میں رہا تھا۔

بلد ہی قلعے کے تخت سے ہوا مسادہ اس شکستہ کمر پٹری میں
 کیا جہاں سے نیچے تہ خانوں کو راستہ ملتا تھا۔

ایٹ ویلے ہی راستہ بن گیا اور ہیک۔ پروینجے ٹرگیا ملے
 درازہ اٹھا جہاں پہلی وفد اس سے چیک ہوا تھا اس نے حبیب
 شتاب نکال کر چہرہ پر ہرچڑھایا اب اچانکھوں کے سوا اس کے

سے ایک طرف سے گیا۔
 "ہمارا نام" — بیک زیر نے اس کی گردن پر سمرا

انتہائی محنت سے یہ ثابت ہو گیا کہ جو نوجوان نے عزائم ہوئے کہا اور

یہی وہ بھلی کی طرح اچھلا اور بلیک زیرو کے ہاتھوں سے ٹھکان پر

پھر تیسرا لکھا۔ اس نے جھوٹا فی دسے کر خود کو بچایا اور ایک نیچے

ہوا سائیڈ میں موجود درخت کھٹنے سے ہانکڑا۔

میں وقت مبالغہ کر رہا تھا۔ یہ خیال آتے ہی اس نے ہائی جمپ

ہر قسمی ترقی کے عین اس لمحے جبکہ زیرِ واپانی جنگہ بیورو چکا تھا۔

ہیک زبرد نے چمک بھجکتے ہیں اسے چھاپ لیا اور پھر لا

"جلدی بیتاؤں کی کتاب کا نام۔"

پندرہویں جلد ہی وہ دم پھیلنا پڑ گیا۔

جیک زیدو نے اس کی گردن پر بازو کا دائرہ تنک کر کے
 بے میں کہا

شدت سے اس کی آنکھیں ابراہیل آنی تھیں۔

پھر سے لاکوئی حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جیب سے اس نے ریواکو اور پھر سامنے بندہ دار سے پرنسوس انڈاز میں دستک دی۔
 علم میں انڈاز میں دستک دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔ سامنے
 غیر ملکی فوجی ریواکو اور تھکنے کھڑا تھا
 ہتھ سامنے اس کی نقاب پوش کو کھڑا دیکھ کر وہ حیرت سے
 رہ گیا۔

اس نے ریواکو کے نزدیک پر اپنی انگلی کی گرفت سخت کر دی۔
 "اس کہاں ہیں فوجی؟" — بیک زیرو نے — بڑے اطمینان
 سے اسے مخاطب کیا
 "م — منو — کون ہو؟"

فوجی ان بیک زیرو کے اس اطمینان پر غور میں سا ہو گیا۔
 "جہدی کرو۔" — بیک سامنے اس کے پاس سے چلو۔ میں ہیڈ کوارٹر
 سے ایک ہم جہاز لایا ہوں۔"

بیک زیرو نے اس بات سے سختی سے کہا۔
 "کوڑا۔" — فوجی بھی شاید ششش وہ بے خبری میں مبتلا ہو گیا تھا
 "اسے وہی ایرون وہ؟"

بیک زیرو نے اطمینان سے جھگڑا بتلایا ہوا کوٹا منبر پر ادا کیا
 وہ دل ہی دل میں دیکھ کر راکھ کا جیس لگنے اسے صحیح معلومات
 ہو رہا۔

کوٹھنے ہی فوجی ان کا سر جھک گیا۔
 "میرے ساتھ آؤ۔" اس نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

اور بیک زیرو اطمینان کی بلوہل سانس لیتے دیکھے اس کے
 پیچھے چل پڑا۔
 حقیقت و ابدانوں سے گزرتے ہوئے رہنمائی کرنے دار ہو کر
 ایک دروازے کے سامنے رک گیا۔

اس نے دستک دینے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ہانگ
 اس کے پیچھے کھڑے ہوئے بیک زیرو سے بڑی پھرتی سے ایک ہاتھ
 اس کے منہ پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر پٹی پر ریواکو سے
 اسے بے بہادری۔

دوسری طرف پر ہی فوجی ان ڈھیر پڑ گیا۔ وہ بیک زیرو کے
 ہاتھوں پر چھوٹ گیا۔ بیک زیرو نے حلقہ مانتہ کے حور پر دو مرتبہ مزید
 مرد اور کا دستہ اس کی کمر پٹی پر آڑا کیا۔ اور پھر آستے ہاتھوں پر تھا کر
 ایک ہانگ کے کولے میں ڈال دیا

ادھاری تکی سناٹا تھی۔ اس نے اسے زیادہ ٹکڑی نہیں تھی
 اب وہ دروازے کے سامنے جا کر رک گیا۔ دو دروازے سے کچا ہوا
 تھا اور اس میں معمولی سی جھری بھی نہیں تھی۔ اس نے اندر دیکھنے کا
 تکی ذریعہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

بیک زیرو نے پہلے چینی سے اٹھ اٹھ کر دیکھ کر پھر اسے دیر
 پست کے قریب ایٹرن کا بنا ہوا روشن فضا لگ گیا۔ اس کی دروں
 سے روشنی کی کئی کئی شاخیں باہر نکلی تھیں لیکن وہ سداں تک
 پہنچنے کا ہذا سر کوئی ذریعہ نہیں تھا۔
 بیک زیرو نے اٹھ اٹھ کر دیکھا اور پھر اسے پرانی دیوار میں جا

کھینچے بنے سوئے نظر آئے

شاید پرسنے، اسے میں انہیں چراغ رکھنے کے کام میں لایا مگر
برہنہ چن بیکر سے نہ رہا اور حبیب میں ڈالا اور دوسرے لمحے وہ چپکلی
کی طرح خالیوں پر چڑھ گئی۔ درخت سے چڑھتا اور چڑھتا چلا گیا
اسے توڑیں، برقرار رکھنے کے لئے غاصی منت کرنا پڑ رہی تھی ایسا
موسس پڑنا تھا ایسے وہ کسی بھی لمحے کو کے بل فرش پر گر پڑے گا۔ مگر

دو دو اور سے چٹ سی دلم
چند عرصے کی جان توڑ عصبانی کرکٹ بل کے بعد اس کا چہرہ روشن ہوا
کے قریب پہنچ گیا

میں نے اپنی ایک آنکھ بھری سے دنگا دی۔ اس سے اندر کا
منہ نکلا۔ صاف نظر آ رہا تھا، کیونکہ روشندان میں تکی ہوئی اینٹوں
کی بناوٹ ہی ایسی تھی کہ جیسری سے اندر کا پورا منظر صاف نہ
آ رہا تھا۔

مگر نظر پڑتے ہی بیک زبرد چوک بڑا۔ یہ ایک بہت بڑا
وا تھا جس کے درمیان چار نصاب پوش کھڑے تھے۔ ان کے
نصاب ڈاکٹروں کے ستے تھے، بیس ڈاکٹر آپریشن کرنے کے لئے
بمزمین چڑھا سکتے ہیں

ایک ڈاکٹر کے ہاتھ میں سرخ چھتی اور وہ حیدر خان کو انجیکشن لگا
کی تیار کی کہ وہ تھا حیدر خان، سبہ پوش تھا۔ میز کے قریب ہی ایک
نرسی رات آرت کے ساتھ ساتھ دواؤں کی بوتلیں موجود تھیں
”یکہ کر سبہ میں سہ بیک زبرد سے ولی بی دل میں سوچا اس“

میں قشربیش کی لہر دوڑ گئی۔

مجھے ذرا عمران کو بچانا چاہیے — تنہا نے بر کیا کریں
بیک زبرد سے ولی ہی دل میں فیصلہ کیا۔ مگر وہ یہ نہ دیکھ سکا
دوسرے خالی تھی۔
صاف ظاہر تھا کہ وہ انجیکشن لگا چکے تھے۔

خدیجہ کی لہریں دوڑ گئی۔ وہ بیک وقت مودب اور مضطرب نظر آنے لگی۔

”وہ اردو کتاب پڑھ کر تیز قدم اٹھاتا ہوا، ان ٹیموں کے قریب پہنچا۔ اس کے۔۔۔۔۔ اس نے بھاری ٹکوپٹے آواز میں پوچھا۔
”یہ باس۔۔۔۔۔ ان تینوں نے بیک وقت مودب ہنسنے میں جواب دیا۔“

اور باس نے آگے بڑھ کر ایک سٹون پر ہنٹ سر پہنچ کر ڈپرائیکٹ

بن دھتے ہی ہال کی شمالی دیوار درمیان سے ٹپک ہوئی، اور پھر ایک سٹرکچر اٹھانے دو آدمی اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے سٹرکچر پر اپریشن ٹیبل کے قریب لا کر رکھ دیا۔

”باؤ۔۔۔۔۔ باس نے سٹرکچر پر لٹانے والوں کو حکم دیا۔
وہ دونوں خاموشی سے واپس اسی راستے سے ہال کے باہر چلے گئے۔ ان کے ہاتھ ہی باس نے ٹپک دیا اور دیوار پر ہار برہو گئی۔“

سٹرکچر پر عمران بنے ہوئے پڑا تھا
”اسے اٹھا کر ٹیبل پر ڈالو اور ٹیموں سے اچھی طرح باخبر رہو۔
اس سٹاف ٹیموں کو حکم دیا۔“

وہ تینوں بڑی چھتری سے سٹرکچر کی طرف بڑھے دوسرے لمحے عمران اپریشن ٹیبل پر پڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ اور پاؤں میز کے ساتھ ٹسک ٹسک سے اچھی طرح کس دیئے گئے۔

یہاں ایک کانٹا بڑا ہال تھا جس میں تیز روشنی ہو رہی تھی اور یہاں میں ایک پرنٹیشن ٹیبل تھی جس کے اوپر خاصا بڑا قافس لٹک رہا تھا، ہال میں چاروں طرف لمبی لمبی میزوں پر پیچیدہ سائنسی آلات، مشینیں پڑی تھیں۔ پہن ہی انکسریں یہ ہال کسی سائنسدان کی لیبارٹری معلوم ہوتا تھا۔

ہال میں اس وقت مین اکوئی چروں پر ڈاکٹروں والے قافس چڑھائے کھڑے تھے وہ ٹیبل ہال کی انکسری دیوار میں بیٹے ہو۔ ایک جھبٹے سے دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

چند لمحوں بعد ہال کا دروازہ کھلا اور پھر ایک خاصے بھاری بھر کمز قوشش کا آہنی ہال میں داخل ہوا اس نے پوچھے چہرے پر سفید نقا پڑی ہوئی تھی اور آنکھوں پر سفید عینک عینک ہوئی تھی۔

اس کے اندر آتے ہی پہلے سے موجود مین کتاب پر نشوون

دوبارہ سرخچ میں بھر دیا گیا۔

اب باس نے بغور ایک دفعہ سرخچ کو دیکھا اور پھر نیتوں سے مخاطب ہوا۔

”اس ملک کے کسی باشندے پر میرا یہ پہلا غصہ نہ ہوگا۔ اور میرا یہ یہ جو ذہن ان پشاور سے اس کے متعلق تم زیادہ نہیں جانتے۔ مگر میں نے اچھی طرح جانتا ہوں کہ کافی عرصہ پہلے ایک بار میں اس کے ہاتھوں میں شکست کھا چکا ہوں۔“

”آپ شکست کھا چکے ہیں؟“ — ”میں نے یوں اپنی حیرت کو نظروں کے سامنے رکھا ہے کہ یہ تصور ہی ان کے لئے ناممکن ہو۔“

”ہاں۔۔۔ میں حقیقت پسند نظریات کا مالک ہوں۔ واقعی تم لوگوں کے لئے میں ناقابل شکست ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ حیدر آباد سے ذہنی مسلامین کے لئے وہاں سے بہت آگے ہے۔ چنانچہ اس دفعہ میں واقعی قابل شکست بن کر آیا ہوں۔ اور تمہارا سر سے کہ عمران میرے سامنے بے بس پڑا ہے۔ اس انکیش کے سچے سچے بعد اس طریق کی حالت قابلِ رحم ہو جائے گی جس پر آزاد ہوں۔“ — اس ملک پر میرا اس جرم کا وہ بڑا بڑا کوئی طاقت پھر میرے کام میں دھل اٹھا دی نہیں کرے گی۔ چند لوگوں کو بعد میرے راستے کا سب سے بڑا پتھر ایک طرف مٹ جائے گا۔“

پھر وہ سر ہٹاتے ہوئے تقریر کر ڈالی

”مگر باس۔۔۔ کیا یہ واقعی وہی حیدر آباد ہے جس کا تذکرہ آپ نے کیا ہے اور اکثر کرتے دہتے ہیں؟“ ایک غائب پوش نے

ایک غائب پوش ایک مائیکروفون سے ڈھائی گھنٹہ کے قریب بے آیا میں پر غصہ اور میں۔۔۔ آلات پڑے ہوئے تھے۔

باس نے ڈھائی سے ایک چھ گھنٹہ تک لگاتار اس کے علم کے دل پر لگا دیا اور دوسرے سر سے ڈھائی میں پڑی ہوئی ایک کیمو غائب پوش کے ساتھ فٹ کر دیا۔

اس کیمو غائب پوش کا بیٹن دہتے ہی اس کا ڈائل روشن ہو گیا اور پھر ڈائل پر سرخ سوئی تیزی سے مختلف بندوں کی طرف دوڑنے لگی۔ جلد ہی وہ۔۔۔ دھڑک دھڑک کر گئی۔

”دریغی لگا۔۔۔“ — ”باس سے یہی سسی آواز میں کہا۔ اور پھر بیٹن آن کر دیا۔ اور آہ بھی ہٹا کر وہاں سے ڈھائی میں لکھ دیا۔“

”ہر ذہن ان انتہائی طاقت ور لوگوں کا مالک ہے۔ میں نے اسے طاقتور دیکھی زندگی میں ایک دو ہی دیکھے ہیں۔“

”اچھا۔۔۔ میں انکیش کیا کروں؟“ — ”باس نے کہا۔

پھر اس سے ڈھائی میں ایک بڑے سے برتن میں پڑی ہوئی پھوٹی سی سرخچ لگائی اور پھر اس میں سوئی لگا کر اس نے ڈھائی میں پڑی ایک سبز رنگ کی چھوٹی سی شیشی کے دہلکے ڈھکن میں سرخچ کی سوئی گھونپ

دئی۔

چند لمحوں میں سرخچ سبز رنگ کے سیال سے بھر گئی اس کے بعد باس نے وہ دو ایک اور شیشی میں انڈیل دی جس میں پہلے سے زرد رنگ کا مائع جمی مقدار میں موجود تھا۔

سبز دھاتی اور زرد مائع کو اچھی طرح مکس کر کے اس آمیزے کو

سے قریب فرش اپنی جگہ سے ہٹا چلا گیا۔
 سب سے پہلے اس، اس میں اتر گیا اور پھر بلیک زبرد سے لڑا۔
 چھڑک رہے تھے وہاں، بلیک پہنے اور دوسرے نے وہ اس میں اترتے
 پہنچے گئے۔

بلیک زبرد عمران کی طرف لپکا تھا مگر اسی لمحے عمران کی آواز اس
 کالوں میں پڑی۔
 ”بلیک زبرد اب سے بچاؤ۔“

بلیک زبرد و شکریہ کر کے گلیا۔ مگر وہ بارہ برابر ہوتا چلا گیا۔
 بلیک زبرد تیزی سے عمران کے قریب آیا اور پھر اس نے تصور
 کے کلیپ تیزی سے کھولنے شروع کر دیئے۔
 عمران بڑی جرات سے بلیک زبرد کو دھکے دے رہا تھا۔ جیسے پہچان رہا
 کہ اس نقاب کے نیچے کون ہے۔

”جیسے عمران صاحب — جلدی نکل چلیے۔“ بلیک زبرد۔
 عمران کو آزاد کرتے ہوئے سرگوشی میں کہہ
 ”اگر سے تم مجھے نکالنا چاہتے ہو۔ کیا احوال بالآخر کا ارادہ ہے
 میرے مرنے جانے کے بعد میرے ماں باپ دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے
 عمران بے میر سے اگر کو کھڑا ہو چکا تھا۔

مگر بلیک زبرد نے اس کی ایک نہ سنی اور دوسرے نے اسے
 بے خبر بن کر گھسیٹنا شروع کر دیا۔ اس کی طرف بڑھتا چلا گیا
 دوسرے سے باہر نکلتے ہی دونوں ماہر اسی میں جھگڑنے لگے۔
 رمداری سنسان پڑی تھی۔

جلد ہی میزبیاں چڑھتے ہوئے بلیک زبرد عمران کو اس نکتہ کو پہنچا
 سے نکالنا ہوا پر اس نے تھکے کے صحن میں سے آیا۔
 ”اسے مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔“

عمران نے بڑے سرگوشیاں اذان میں بلیک زبرد سے پوچھی۔ لیکن
 بلیک زبرد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اس عمران کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔
 اسے خطرہ تھا کہ کسی وقت بھی ان دونوں پر کہیں سے نازنگ
 حملوں جاسکتی تھیں اور وہ دونوں یقیناً اس اندھنی کی نازنگ کا شکار ہو سکتے
 تھے۔

مگر تاہم وہ ان دونوں کو دلوں سے نکلنے کا موقع خود بیکار تھا۔ پہنچے
 تھے اسی لئے ان کے راستے میں معمولی سی بھی رکاوٹ نہ آئی۔ وہ جلد ہی
 مورتھ سائیکل کے پاس پہنچ گئے۔
 بلیک زبرد نے جیب سے چابی نکالی اور پھر چیل کر مورتھ سائیکل پر
 سوار ہو گیا۔ سبے بوش نوجوان ابھی تک رہیں بڑا تھا۔

سیلف سٹارٹ جن دہاتے ہی مورتھ سائیکل کا بے آواز، کھنکھان
 تھا اور دوسرے سے بلیک زبرد سے پہلے دبا کر گزیر رہا تھا۔
 لیکن اسے احساس ہوا کہ مورتھ سائیکل پر نہیں بیٹھا۔
 اس نے سرگرمی سے دیکھا تو عمران اسے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

اور بلیک زبرد عمران کی اس حرکت پر حیران رہ گیا۔ اس سے
 اندیشہ تھا کہ یہ خیال آیا کہ کہیں عمران کا دماغ تو مارتے نہیں ہو گیا
 اس اس کے ذہن میں آیا کہ جب اس نے راستہ ان سے دیکھا
 ماہر دوڑے کو کھول کر اندر داخل ہوا تھا تو سرخ سی سی کا

مطب یہ تھا کہ مجھ کو نے کوئی دوا عمران کے جسم میں داخل کر دی ہے
بلکہ زیدو نے انجیسٹر دیا اور جسے موڑ سائیکل عمران کے پیچھے
دی۔ عمران زیادہ تیزی سے نہیں دوڑ رہا تھا۔

اس نے ”سر سے ملے موڑ سائیکل اس کے قریب جا کر رک؟“
”عمران صاحب — یہ آپ کیا کر رہے ہیں جلدی
میرے پیچھے پیٹنے اور زہر عذکروں کے؟“

بلکہ زیدو نے عمران سے کہا۔
”عمران جو موڑ سائیکل کے قریب پہنچتے ہی رک گیا تھا، مجھ میں
ملے کا سنے ہی خوفزدہ ہو گیا۔“

”کیا واقعی مجرم عذکروں تھے — بچاؤ — خدا کے
اسے نقاب پوش درندے — اودہ۔ اودہ۔ معاف کرنا نقاب
فرشتے — مجھے بچاؤ۔“

”عمران کے پیچھے میں شدید غصہ کی جھپکیاں غایاں تھیں۔ اور بلکہ
عمران کی اس بے مثال ادکاری پر حیران رہ گیا۔ وہ سوچنے لگا
بے نشان کی طرح ہے۔“

اس نے عمران کو موڑ سائیکل کے پیچھے بیٹھنے کے لئے
عمران اچھ کر موڑ سائیکل کے پیچھے بیٹھ گیا۔
بلکہ زیدو نے موڑ سائیکل واپس موڑی اور پھر وہ گیس پر
چلا گیا۔

ناپ گزرتے ہی اس نے ایک ہی لمحہ ہی قوت سے موڑ
موڑ سائیکل بھاڑ گیا۔

”اودہ — اودہ — آہستہ چلاؤ۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔“
موڑ سائیکل کی رفتار تیز ہوتے ہی عمران سے ہرج کر بلکہ زیدو
سے کہا بلکہ زیدو بھلا کب عمران کے اس بھرتے میں آئے
الافقا۔

اس نے رفتار کچھ اور بڑھادی اور عمران کے منہ سے اب باقوا
نہیں بچنے لگیں جیسے وہ انتہا سے زیادہ خوفزدہ ہو گیا ہو۔

کراسنگ ہوتے ہی ہانگ ایک تیز گڑا ہٹ کی آواز سنائی دی
اور بلکہ زیدو نے کسی خطرے کو محسوس کرتے ہوئے رنڈا بہت کر لی۔
گڑا گڑا ہٹ کے چند لمحوں بعد ایک کان پھاڑا ہٹا کر بوا دھ کر تھ
مدید تھا کہ زمین لرزے لگ گئی۔ بلکہ زیدو نے پھرتی سے بریک لگا کر
موڑ سائیکل روک دی۔

موڑ سائیکل مکے ہی عمران نیچے اترا آیا۔ اور پھر بلکہ زیدو کی نافر
بندی پر موجود ہوا اسے تھ پر پڑی۔ جس سے ٹھٹھ ٹھٹھ لگ رہے تھے۔ تمام
ہانگ کی بیٹ میں تھا۔

”باجنہ — بلکہ زیدو نے کہا۔“

اب اس دھماکے کا راز اس کی کچھ میں اٹھتا تھا۔ عمر میں نے ان
چل جانے پر اپنا اڈہ تباہ کر دیا تھا۔ مگر اس کے باوجود اس نے
لڑکھایا تھا کہ وہ سیکرٹ سرورس کے طبعان کو شے کی تندی کا حکم فرما
ہے گا۔

عمران برقی کی طسرج منہ پھاڑے قے کی طرف دیکھ رہا تھا۔
بلکہ زیدو نے نقاب اتار کر جیب میں ڈال دیا پھر عمران سے

منسوب ہوا۔

”بیٹھے حزان صاحب“۔

اس کے بڑے دوستوں کا مذاق میں کہا۔

”میں نہیں بیٹھتا۔۔۔ تم تیز چلائے ہو۔“

حزان نے بیٹے کی عروج دیکھتے ہوئے کہا۔

”اچھا اب آہستہ چلاؤں گا۔ آپ بیٹھیں تو سی“

ملک زید نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور عسکریوں پر بیٹھ گیا۔

”دوسرے لمحے سوار سائیکل چھوڑ کر رفتاری سے شہر کی طرف جا گئے۔“

ملک کے دزیر و فناء جناب عطاء الرحمن اپنے عروج و سقوط میں ایک اہم قافلہ کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ان کے چہرے پر حیرت کے آثار صاف نظر آتے تھے۔ جیسے جیسے وہ فاکس پڑھتے جاتے ان کے چہرے پر سلاخوں کی تعداد کچھ بڑھتی جا رہی تھی۔

پھر ایک طویل سانس لے کر انہوں نے فاکس بند کر دی اور غلام بھلا کر بیٹھ گئے۔ جیسے وہ کسی کمرے کے پرستار کے بچہ ہوں۔

ابھانگ بجھنے والی ٹیلیفون کی گھنٹی نے ان کے لئے ان دم کا کام کیا، اور پھر وہ چونک کر میڈیٹ ہو گئے۔ انہوں نے ریسپونڈ کیا۔

”سر۔۔۔ کمانڈر انچیف آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“ ان کی برساتل پیکر ٹری کی شیریں آواز سنائی دی۔

”گٹھ کرو۔۔۔ دزیر و فناء نے سہاٹ بیجے میں کہا اور پھر کمانڈر انچیف کی سماعت کو ان کے کانوں سے نکھولی۔

بیس سو — میں ریاضی بات کر رہا ہوں۔

۲۔ میں جنرل ریاضی — کیا بات ہے — ذرا کہنے کا قصد ہے۔
وزیر دفاتر نے سر سے لہجہ لیا اور بھیا۔

۳۔ سر! میں نے کل آپ کے مطالعے کے لئے ایک فائل زیر و زبور تھری
اور سال کی تقی — امید ہے آپ نے اسے پڑھ لیا ہو گا۔ کانڈر انچیف جنرل
ریاضی سے کہا۔

۴۔ ہاں — میں ابھی ابھی اس فائل کو دیکھ رہا تھا۔ یہ انتہائی عجیب
بات ہے جو آپ نے اپنی رپورٹ میں لکھی ہے کہ کچھ چند نوے ست چاند
خور کا مورمان تیزی سے گڑنا چلا جا رہے ہیں۔ بڑے انسروں سے لے کر عام
سب سے کم انتہائی بڑی کا صف ہو کر رہے ہیں۔

وزیر دفاتر نے جواب دیا۔

۵۔ یس سر — میں اس مسئلے میں وضاحت کرنا چاہتا تھا۔

کانڈر انچیف نے جواب دیا۔

۶۔ تو بہتر ہے آپ میرے پاس آج ہی۔ فن پر ایسی بات ٹھیک
نہیں ہے۔ وزیر دفاتر نے جواب دیا۔

۷۔ اس کے سر — میں ابھی آ رہا ہوں۔ کانڈر انچیف نے کہا۔

اور پھر سلسلہ ختم ہو گیا۔

وزیر دفاتر نے بلیئر دیکھ دیا اور وہ بارہ فائل کھول کر بیٹھ گئے
تقریباً پانچ منٹ بعد سیکرٹری نے انٹرکام پر کانڈر انچیف کی آواز
اٹھار دی اور پھر ان کے اجازت دینے پر کانڈر انچیف جنرل ریاضی
آ گئے۔

۸۔ دینا رنگ دوم میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ وہ اطمینان سے
گنگو ہو گئے۔ وزیر دفاتر نے کہا۔

اور پھر فائل ہاتھ میں اٹھاتے وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ملکہ رہا رنگ
دوم میں جا بیٹھے۔

۹۔ ہاں — اب بتاؤ — رپورٹ آپ کے پاس کیسے پہنچی
اور یہ سب کچھ کیسے ہوا؟

وزیر دفاتر نے سوال کیا۔

۱۰۔ سر — تین دن پہلے مجھے پہلی بار طرزی انٹیلی جنس سے ایک
خفیہ رپورٹ ملی جس میں اس بات کا ذکر تھا کہ اچانک ہماری فوج میں
بڑی کی بڑی نقصانات پیش گئے ہیں اور ہر شخص جنگ نے ٹوٹا ہوا
لیگا ہے۔ اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی تھی بلکہ یہ لکھا گیا تھا کہ اس پر
حقیقی شہرہ کر دی گئی ہے۔ دوسرے دن ہیرا پورٹ ملی جو
پہلے سے بھی زیادہ تشویشناک تھی — ایک سکیم میں فوجی، فٹروں
اور سب پاوری نے بدترین بڑی کی کا مظاہرہ کیا حالانکہ اصل سے پہلے
کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ سکیم کے دوران ہی انسروں سب ہی ایک دوسرے
سے یوں جان بچانے کے لئے جھگڑے جیسے وہ بڑا لہجہ ہیں سو۔

اس کے بعد مجھے ایک اور رپورٹ ملی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ
ہماری فوج مکمل طور پر برباد ہو چکی ہے اور اب یہ کسی چھوٹے
ٹک کے سامنے بھی مقابلے میں نہیں نظر آتی۔ کہاں کہاں یہ دشمن ملک
کی پانچ گنا فوج۔ جبکہ اس سے پہلے تعداد میں کم ہونے کے باوجود
پاکستانی اور انیس کھ مورمان جتنا ہندو تھا کہ وہ پانچ گنا فوج کو ہر میں سی

تھے۔

”ہوں۔۔۔ پھر آپ نے کیا ایجنٹ کیا؟ وزیر دفاع جو مغرور رہے تھے پہلی بار ہنسے۔

”میں خود نیک سیکم کے مسئلے کے لئے لگا تھا اور پھر میں نے باجوانت دیکھے میں رنگ رہ گیا۔ رپورٹ میں جو کچھ بتلایا تھا وہ حرت بحوث درست تھا۔ حالانکہ اس کی کوئی توجیہ ممکن نہیں تھی۔

چنانچہ میں نے مسئلے کی فوری اہمیت کو محسوس کئے ہوئے آکواس کی رپورٹ بھی تاکہ حکومت اس مسئلے میں فوری ایجنٹ لے۔

”لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک دم تمام سپاہی اور افسرانے بزدل جائیں اور پھر پچھلے ملک کے فوجیوں کا مورالی ہمیشہ اعلیٰ بلند رہا ہے کہ دنیا کی تمام قومیں شک کرتی رہی ہیں۔ پھر اب کیا ہوا۔ فطرت یہ کہیے تبدیل ہو سکتا ہے۔ شیر اپنی فطرت بدل کر گیدڑ کیسے بن سکتا یہ ناممکن ہے۔“

وزیر دفاع نے لہجے لہجے میں کہا۔

”مرا سب بات پر سرور سرچکا رہا ہے۔ ایسی بات آج تک دیکھ کسی ملک میں وقوع پذیر نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی ہم علی الاعلان کسی کو کہہ سکتے ہیں کہ ہماری فوج بزدل ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود حقیقت اپنی جگہ پر اٹل ہے اور ہمیں جلد از جلد اس کا تدارک کرنا چاہیے۔ ورنہ اگر ہم دشمن زیادہ دیر قائم رہی تو یہ بات بھی نہیں چلی اور ہو سکتا ہے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارا دشمن ہر ہم پر حملہ کر دے۔ ظاہر ہے اس صورت حال میں ہم کسی قیمت پر ہلکے

کو نہیں بچا سکتے۔“

سمندر اپنی نیت کے بجائے میں خاموش رہا۔

”حوالہ یہ ہے کہ آپ بھی تو فوجی ہیں۔ آپ بزدلیوں کو نہیں ہوسنے۔ وزیر دفاع نے ہنوز جرنل ریاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
”میر۔۔۔ فی الحال چاقوئی میں موجود سپاہیوں اور آفیسروں کے ساتھ یہ عادی چیش آیا ہے۔ چھانڈنیوں سے باہر موجود آفیسروں پر ہی ایسی جیاری و اگر اسے جیاری کہا جائے اسے ملحوظ میں۔“

جرنل ریاض نے جواب دیا۔

”جو ہنوز وزیر دفاع کسی لکڑی موٹیج میں غم ہو گئے چند لمحوں کی موشی کے بعد وہ اٹھے اور پھر دوبارہ اپنے آئینے آگئے۔
”اچھا۔۔۔ اب آپ جا سکتے ہیں میں اس واقعہ کو اعلیٰ حکام کی نظروں میں لاؤں گا۔ ویسے آپ حالات پر کڑی نظر رکھیں مجھے معاملہ کچھ غروت سے زیادہ پراسرار نظر آ رہا ہے۔“

وزیر دفاع نے جرنل کو جاننے کی اجازت دیتے ہوئے کہا۔
”اگر کے سر۔۔۔ میں خیال رکھوں گا۔“ سمندر اپنی نیت سے جواب دیا۔ اور پھر وزیر دفاع سے ہاتھ جاکر دفتر سے باہر چلے گئے۔
ان کے جاتے ہی وزیر دفاع نے ریسیور اٹھایا اور سیکرٹری کو لاپٹو سر سلطان سے ملائے کی ہدایت کی۔
چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

”جیلو۔۔۔ سلطان پینیکلک۔۔۔ دوسری طرف سے سر سٹار کی وفادار آدمی سامان دی

گھائی شروع کر دی اور جب ڈاک کی سوئی، ایک سرخ رنگ کے
شان پر پہنچی تو ٹرانسمیر سے ایسی آوازیں نکلے گئیں جیسے سمندر کی
ہری ساحل کے ساتھ سر نیک رہی ہوں۔

آہستہ آہستہ شور دم بڑا پھیل گیا اور پھر ایک بھاری بھر کم آواز
س کے کانوں سے گھرائی۔

”ہیلو — پیچ دی ورتھلٹ سید کر ڈرنگ ہاؤس“
”ہیلو — پیچ دی ورتھلٹ سید کر ڈرنگ ہاؤس“
دور سے غرملی نے بڑے ہلکا آواز سے کہا۔

”مارشل تم مارشل کو سنے کہ ڈاک سید گوانڈر پہنچے۔ آج میں اپنا
خبر ڈاکسل کرنا چاہتا ہوں۔“

دوسری طرف سے بھاری بھر کم آواز سے گھرائی میں کہہ
”اوس کے پاس —“ اور ڈاکسل بھی اس کے پاس رہے ہیں ساوڈر

رشل نے جواب دیا۔
”تم دونوں مکمل طور پر تیار ہو جاؤ۔ اس وقت مارشل بھی تم دونوں کے
پاس پہنچا دینا ہے۔“ اور ڈاکسل پاس سے کہہ

”اوس کے پاس — ہم دونوں یقیناً اس کا پاس پوئیں گے جس
کی اطلاع توں پر اٹھا رہے۔“ اور

مارشل نے اپنے فخر پر بچے میں کہا
”ٹھیک ہے۔“ میں انتظار کر رہا ہوں — جری ہے۔

ورائینڈ آل اس پاس سے کہہ
اور اس کے ساتھ ہی آواز آئی بند ہو گئی اور پھر سمندر کی ہلکے

ایک سے کرسٹ میں آسنے سامنے دو غیر ملکی بیٹے ہوئے تھے کہ
کا دوروارہ بند تھا۔ اور کرسٹ کے اندر تیز سبز رنگ کا بلب جل رہا
”ہمارا مشین بے حد کامیاب رہا ہے مگر فی الحال
پچھلے مشین سے پرچہ کیا گیا ہے۔“ دوسرے غیر ملکی نے جواب دیا
اس سے پہلے کہ پہلا غیر ملکی کوئی جواب دینا، کرسٹ میں تیز
کی آواز گونجنے لگی۔

دونوں چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ان میں سے ایک
تیزی سے اٹھ کر دو لوگوں کے ساتھ لگی ہوئی الماری کے پین کے
دیسٹ۔ اور مارشل سے ہوئے ایک بڑے ٹرانسمیر کا بیڈروں کا
پرچہ چھوٹا ہوا۔ پھر اس نے ٹرانسمیر کا ایک پین دیا دیا۔

پین دبستے ہی پین کی آواز جو اسی ٹرانسمیر سے نکل رہی تھی،
سو گئی اور ٹرانسمیر میں جیسے ڈھنگ کی لہر دوڑ گئی غیر ملکی نے ایک

شہرہ ستانی دینے لگا۔
 مارشل نے ٹرانسیر کا بیٹن آمنت کیا اور پھر چیلڈن نوٹ انکار کر ڈالا

کے بیک کے ساتھ ٹکا یا اور اعلیٰ بند کر دی
 مارشل نے طلب کیا ہے وہ مشن فوراً

پر انجام دینا چاہتا ہے اور اس کام کے لئے اس نے پہلے کی ط
 ہمیں یہ گفتگو کیا ہے۔ مارشل نے مارشل کو تفصیلات بتائیں

”یہ چارہ غرض منتہی ہے مارشل۔ مگر یہ مشن ٹاکا یا
 ہے۔ مارشل نے ٹرانسیر کو پہلے میں کہا۔

دو نوٹ دی مارشل۔ مشن ٹرانسیر کو بھی بڑا بہر مال
 یقین سے کہ ہم کامیاب نہیں گئے۔ اب پھر باس انتظار کر رہا ہے

مارشل نے اس کے کانٹے پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے
 اور پھر وہ دونوں تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھے

انہیں اپنی کرسیوں پر بیٹھے چند ہی لمحے ہوئے تھے کہ سدا
 کی دیوار روشنی ہو گئی۔ اور پھر ایک نقاب پوش چہرہ اس روشنی

اچھلے لگا۔ وہ دونوں موب ہو کر کھیل گئے
 وہ یوں اس نقاب پوش چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے جیسے

کسی مقدس دیوتا کے درشن کر رہے ہوں۔
 دیوار پر اچھلنے والے چہرے کی حرکت آنکھیں اور بونا

نظر آگئے تھے۔ ہائی بریسٹریا ہا نقاب کے پیچھے پنہاں تھ
 ”تم آگے مارشل۔“ چہرے کے برٹن تھے۔

اور انہیں پورے کمرے میں گونجتی ہوئی محسوس ہر دہی تھی
 ”تم دونوں نے اس پلانٹ کے اندر داخل ہونا ہے اور پھر اس

کے دائرہ میں وہ جراثیم مٹانے میں۔ جو اعلیٰ تہذیب کے سوا اس کے نہیں

”میں باس۔ ہم حاضر ہو گئے ہیں۔“ مارشل نے انتہائی
 موزون لہجے میں کہا

”ٹھیک ہے۔“ اب تم مشن کی تفصیلات سمجھ لو اور پھر
 مشن پر روانہ ہو جاؤ۔ تم نے ہر جہت پر کامیاب واپس لوٹا ہے۔ تم

پلٹے ہو کر میری منت میں ناکامی کا مظاہرہ لاؤں گے اس کے لئے استعمال
 ہو گئے۔“ باس نے انتہائی سہکت لہجے میں کہا۔

اور ان دونوں کو یوں محسوس ہوا جیسے انہیں مارشل کے کانٹا موب
 لگا ہو۔ پھر محسوس طور پر ان کا رواں کا پینے لگا تھا۔ ٹھانے

باس کے پیچھے میں کیا جا رہا تھا۔
 ”ہم کامیاب نہیں گئے باس۔“ اسٹارڈنل نے محاس

جمع کرتے ہوئے کہا۔
 ”اے کے وٹس یو گڈ لک۔“ باس نے جواب دیا۔

اور دوسرے لمحے اس کا چہرہ غائب ہو گیا۔
 اب دیوار سیاہ تھی۔ دیوار پر روشنی بدستور موجود تھی۔ پھر روشنی

میں ایک منظر اچھلنے لگا۔ منظر میں ایک بہت بڑا پانی صاف کمرے کا
 کارڈ نظر آرہا تھا۔ یہ فوجی چھاؤنی کا دائرہ گینگ کا علاقہ تھا۔ تمام فوجی

چھاؤنی کو اس دائرہ گینگ پلانٹ سے صاف شاہ پانی پہنچایا گیا تھا
 تھا۔ ہر سہ ماہی ایک اہم ترین مقام تھا۔ اس لئے اس کی حفاظت

کا بھی مشورہ ترین بندوبست تھا۔
 ”تم دونوں نے اس پلانٹ کے اندر داخل ہونا ہے اور پھر اس

کے دائرہ میں وہ جراثیم مٹانے میں۔ جو اعلیٰ تہذیب کے سوا اس کے نہیں

نہارے ذہن میں ابھر رہے وہ میرے ذہن میں بھی آسکتا ہے۔ میں نے اس کامل سوچ دیکھی ہے، وقت آنے پر سب کچھ ہو جائے گا فی الحال جو تم سے کیا گیا ہے وہ کرو۔

اس دفتر اس کا بوجھ بے حد سخت تھا
وہ صوری "باس"۔ مارشل نے قدرے غور سے دیکھا

اور اسے۔۔۔۔۔ اب تم لوگ جاؤ۔ اسی کمرے کی باتیں دیوار کی دوسری الماری میں تمہیں ان جراثیموں کی شناسی ہو جائے گی۔

باس کی آواز سنائی دی۔ اور پھر دیوار تارکیک ہو گئی
دیوار کے تارکیک ہوتے ہی مارشل اور مارشیل اٹھے اور پھر انہوں نے باتیں دیوار کی دوسری الماری کھولی اس میں ایک چھوٹی سی جوتن موجود تھی جس کا مذکی مخصوص گیٹیکل سے بند کیا ہوا تھا۔ جوتن میں موجود جراثیم مل کر ایسے عرصے پر رہے تھے جیسے سیزرنگ کا مملو ہو۔

لاٹل چرنگو بالکل چھوٹی تھی اس سے مارشل نے اسے اٹھا کر کمرے کی جیب میں رکھ دیا اور پھر وہ دونوں کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

کے "باس" نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔
"باس"۔ اگر گستاخی معاف ہو تو ایک سوال کر سکتا ہوں
مارشل نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟" "باس" نے دم جھجھ میں کہا
"باس" چھاؤنی میں ہم پہلے ہی وہ جراثیم ہلکے چلائٹ میں ملا چکے ہیں جنہوں نے چھاؤنی کے سپاہیوں اور آفیسر پر خاما اثر کیا تھا
اب پھر چھاؤنی کے چلائٹ میں ان جراثیموں کو ملائے گا کیا فائدہ؟
مارشل نے پناہ سرائی تفصیل سے پیش کیا۔

"مارشل۔۔۔۔۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ جراثیم جو تم ملک چلائٹ میں ڈالے تھے۔ ان کی زندگی بے حد مختصر ہے اس۔
ان کا سترہ اتر بھی محدود تھا۔ صرف چوبیس گھنٹے بعد ان جراثیموں کا اثر ختم ہو جاتا تھا۔

اب جو جراثیم تم نے وافر چلائٹ میں ملائے ہیں یہ جید طاقتور اور تیزی سے اپنی نسل بڑھاتے ہیں۔ اس لئے ان کا علاقہ اثر بھی بڑھ رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس ملک کی فوج آجکل جس عارضی نوع کی کیفیت میں مبتلا ہو گئی ہے وہ کیفیت مستقل ہو جائے۔"

"باس" نے جواب میں انہیں تفصیلات سے آگاہ کیا۔
"مگر اس۔۔۔۔۔ کیا صرف چھاؤنی کی فوجوں پر اپنا اثر ڈالنا کافی لگایا؟" "باس" نے اور خاص طور پر ہمارے ملک کی سرحدوں پر فوج پڑی ہے۔ ان کا کیا ہو گا؟" مارشل نے دوسرا سوال کیا۔

مارشل نے انہیں اس معاملے میں دخل دینے کی ضرورت نہیں، جو

دن پرے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ملک واپس آئے تھے کوہا، بیس
بلایا اور ذریعہ نفعی عسکران کو اس کے کمرے میں چھوڑ دیا۔
بیک زیر و سرے اپنے آپ کو دانا اور عمران کو پناہ جانی ظہر کہا تھا
نفسیاتی معالج نالدر سفید سنے اسے کمرے سے باہر جانے کیلئے
کہا اور وہ خود کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران ناموشی سے نفسیاتی معالج کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا اور
نفسیاتی معالج یوں بنو محمدان کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ عمران کی بجائے
چڑیا گھر میں در آمد شد کسی نئے اور عجیب انفلکت جہور کو دیکھ رہا ہو۔
"آپ کا نام؟" معالج نے پوچھا سوال کیا۔ جو بے حد نرم حق۔
"علی عمران۔ ایس۔ ایس۔ سی ڈی ایس۔ سی (پاکستان)۔ عمران نے
بڑی شرافت اور سلیدگی سے نفسیاتی معالج کو اپنا نام بعد اپنی ڈگریوں
کے بتا دیا۔

نفسیاتی معالج عمران کی ڈگریاں سن کر یوں چڑھا جیسے اسے کچھ نئے
لاٹ لیا ہو۔

"آپ ڈی۔ ایس۔ ایس۔ سی ہیں؟" اس نے یوں "تھیں چاؤ عمران
وہ بچا جیسے وہ اپنے سامنے کوئی بچہ دیکھ رہا ہو۔

اور عمران کے چہرے پر حسب معمول محافت کی پچھلیاں رز
جی تھیں۔

"جھاڑیں۔ ڈی ایس سی ہیں کاش ڈی سی ہوتا =
ایس یعنی سلیان نے درمیان میں آکر میرا حشر کر دیا ہے۔" کہنت

مرنگ کی دال کھلا کھلا کر معدہ چوس رہا ہے۔ اس سے سب

پسکے (زیر و سرے نے عمران کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ جبکہ
سے بیک زیر و عمران کو پرانے قلعے سے واپس لے کر آیا تھا، جا
بیک عجیب سی الجھن میں مبتلا تھا۔

ویسے تو عمران کی ذہنی اور جسمانی حالت قلعہ ٹھیک تھی
جبکہ زیر و سرے نے عمر سے کیا کہ عمران وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ پہلے
تو وہ اسے عمران کی ادکاری سمجھتا رہا مگر بعد میں آخر وہ اس کیلئے

پر پہنچا کہ عمران جو کرتا ہے وہ اداکاری نہیں حقیقت ہے۔
بیک زیر و کجاہن عجیب مشکل میں آئے پھنسی تھی۔ وہ عمران

کا ماتحت تھا۔ آفیسر نہیں کہ اسے حکم دے کر اپنی مرضی کے مطابق
چلائے۔ وہ عمران کی ذہنی کیفیت کے تحت وہ اس کا کوئی اہم حکم ملنے

کے سے بھی تیار نہیں تھا
"حس سے ٹک۔ ٹک۔ ٹک کے مشہور نفسیاتی معالج جو حجت

”ارے آپ بیٹے تو سچی وہ دانتی ماسٹروں کے متعلق پوچھ رہا تھا
 عمران نے خرافات بھرے لہجے میں جواب دیا۔
 ”کیا مطلب — کیا اس ڈاکٹر کا دماغ خراب ہے؟“ نفسیاتی معالج
 نے چونک کر پوچھا۔
 اسے دراصل اپنی بات کے خلاف سامعہ ہمارے دیکھ کر غصہ آ
 گیا تھا۔

”ارے نہیں — عورت، اسی ڈاکٹر کا دماغ تو صحیح تھا، وہ دہل
 گئے ماسٹر کچھ رہا تھا۔“
 عمران نے وضاحت کے ساتھ ساتھ اس پر بھی چڑے کر دی
 نفسیاتی معالج خون کے گھرنٹ بن کر رہ گیا۔ وہ اور کبھی کیا سکتا
 تھا، نفسیاتی معالج تھا، اور مریض تو ڈاکٹروں پر چھین کر رہے ہیں
 ”آپ پچھتی جماعت میں اتنے بڑے گئے کہ ڈاکٹر آپ کو ماسٹر
 سمجھ رہا تھا۔“ اب نفسیاتی معالج نے غصے سے جھپٹے ہوئے
 لہجے میں کہا۔

”جی نہیں — دراصل ہمارے سکول کے ماسٹر چھوٹے
 تھے، عمران نے بڑی مصحوبیت سے جواب دیا۔
 اور نفسیاتی معالج بیچارہ عجیب سی کینٹ میں مبتلا ہو گیا، اس
 کا دل تہجد لگانے کو بھی چاہتا تھا اور دے کو بھی۔ بہر حال اس کا
 عرت چمڑی رنگ بدلتا رہا۔ اور وہ اپنے تاثرات زبان سے
 ادا کر رہا تھا۔

”آپ کو کوئی بیماری تو نہیں؟“ آخر اس نے ميا سول کر دیا

مردم ڈکڑھا اور بچوں سے ارا من میں ماہر تھا۔
 ہم سے سکول کے بیٹے ماسٹر سے بہت جلدی نہیں کر سکتے
 مریض تھا کہ وہ ہم سب بچوں کا جتنی معائنہ کرے اور اگر کوئی ہم میں سے
 بیمار ہو تو اس کا مدد کر سکے۔ سن رہے ہیں نا آپ؟
 عمران نے کڑی ذکر سے پھر سے کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 وہ ڈاکٹر کے چہرے پر موجود ناگوار اور بیزاری کے اثرات حلقہ
 نظر آ گئے۔

”ہاں۔ ہاں صاحب — سن رہا ہوں، بڑا ہی دلچسپ واقعہ
 ہے۔“ نفسیاتی معالج شاید اپنے پیشے کو دل ہی دل میں گایاں دے رہا
 تھا کہ اس پیشے میں کیسی کیسی معیتوں سے پالا پڑا ہے۔
 مریض تو صاحب — اس نے سب بچوں کا معائنہ کیا، جب بڑے
 بڑی آنی تو اس نے مجھ سے پوچھا
 ”بیو ماسٹر — کیا حال ہے؟“
 میں نے جواب دیا۔

”جناب ماسٹروں کا بہت بڑا حال ہے۔ کوئی بے چارہ ہوا سیر کر رہا
 ہے تو کوئی غصے کا امیر کسی کو کم سنائی دیتا ہے تو کسی کو، کھائی کم دیتا
 ہے۔ میں نے اپنے سکول کے ماسٹروں کی بیماری کی تفصیل بیان
 کرنی شروع کر دی۔“

”اے — تو آپ سمجھ کر وہ آپ سے ماسٹروں کی بیماریوں
 کا پتہ پڑا تھا۔ وہ تو آپ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔“
 نفسیاتی معالج اس واقعہ سے کافی محظوظ ہوا۔

و ضل کر دوزخ پہ کیس رو زبرد خراب ہوتا جائے گا۔

اور بیک زبرد بڑی حیرت سے ڈاکٹر کی شکل دیکھ رہا تھا جس کے پاس نفسیات کی اسی ترین ڈگریاں تھیں اور جو عمران کو پاگل قرار دے رہا تھا۔

”آپ کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب۔ عمران اور پاگل بیک زبرد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جی ہاں، صاحب۔۔۔۔۔ وہ زیادہ بڑھ چلا جانے کی وجہ پاگل ہو گئے ہیں اور دوسرے آپ ان کا باور پکی تبدیل کر دیں۔ انہیں ان شعوری طور پر اپنے باور پکی سے بے حد رقابت ہے۔ وہ شاید شو طور پر آپ سے شکایت نہیں کر سکتے۔ مگر نیکر آپ اپنی سے بڑے ہو گئے“

”اوہ۔۔۔۔۔ اچھا۔ اچھا ڈاکٹر صاحب۔ میں آپ کی ہدایت خیال رکھوں گا۔“ اسے میں آپ کو پورٹنگ پھوڑاؤں“

بیک زبرد ڈاکٹر کے اس فقرے سے سمجھ گیا کہ عمران نے ڈاکٹر جی بھر کر بے وقوف بنایا ہو گا۔ اس نے اب وہ ڈاکٹر کو کٹانے کی کوشش کی۔

”اوہ۔۔۔۔۔ آپ تکلم صحت کیجئے میں چلا جاؤں گا۔“ ڈاکٹر نے انکار ہی سے کہا۔

”اچھا۔۔۔۔۔ خدا حافظ“

بیک زبرد نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
اور ڈاکٹر کا چہرہ سرخ ہو گیا اسے شاید اپنی انکار ہی کے

کی توقع نہیں تھی۔
چہرہ دے لے ڈاکٹر بھرتا پورچ کی طرف چلا گیا۔ جہاں اس کی کار موجود تھی

بیک زبرد واپس مڑا تو اسے سامنے دروازے میں عمران بکڑا لگا ہوا تھا۔

”کیا حال میں ظاہر صاحب۔۔۔۔۔ کتنی نہیں دی ہے ڈاکٹر صاحب کو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب چھوڑیں نہیں کو۔ پرتلا میں آپ نے ڈاکٹر بچائے کا طوب آؤ بھائی“

بیک زبرد نے عمران کی بات کو اتارے ہوئے کہا
”وہ تو پہلے ہی بنا بنایا آؤ تھا۔ میں نے اسے کیا آؤ پانا تھا اب نہ

میں نے اسے آئینہ مزور دکھا رہا ہے“
عمران نے غصہ سے لہجے میں جواب دیا

”عمران صاحب ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ پر اسے قلعے میں موجود تمام تہہ خانے باسکل تباہ ہو چکے ہیں۔ بیک زبرد عمران کو

بہینہ دیکھ کر اصل معاملے پر اتر گیا
”اوہ۔۔۔۔۔ تم نے چیلنگ کے لئے کی کو بھیجا تھا۔

عمران نے چونک کر پوچھا۔

”صنوبر کی پیش کش کی اور چوکان گئے تھے۔“

بیک زبرد نے جواب دیا۔

”جو تہہ۔۔۔۔۔ بیک سب۔ اچھا اب میں پتا ہوں در سہ

آئندہ قسم کسی ڈاکٹر وغیرہ کو جانے کی تکلیف مت کرنا میں بالکل یقین
ہوں۔ نہیں خواہواؤ دسم ہو گیا ہے۔ ”عمران نے قدر سے سخت
میں کہا درجہ پورن کی طرف بڑھنا چلا گیا۔
بیک زبردی موش کھڑا اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذہن
میں بڑے عجیب خیال آ رہے تھے۔

کمیشن تشکیل دے گا اور چوہان و بھوٹیا کے ٹیسٹ میں موجود
تھے۔ ناش کی بازی جی ہوئی تھی۔
وہ ضروری درجہ پہلے پر اسٹے قلعے کی تختیاں سے واپس برستے
تھے اور انہوں نے جو بھوٹیا کو اپنی رپورٹ دی اور بھوٹیا نے، نہیں
کے سامنے ایک سو گران کی رپورٹ پہنچا دی تھی۔
پھر صدر کی تجویز پر ناش کی بازی جی اور وہ چاروں کہیں میں
نہیں ہو گئے۔

کمیشن تشکیل اور بھوٹیا پارٹنر تھے اور دوسری طرف صدر اور
چوہان تھے۔ اچانک کمیشن تشکیل بڑے زور سے چرکا۔
اس نے ہندو اصرار دیکھا اور پھر ٹاک سکڑی جیسے وہ کوئی
خاص چیز منگو رہا ہو۔ اس کے اس طرح چوستے پر دوسرے فرد
بھی جھگڑا کرتے۔ پھر صدر بولا۔

سے پولو رٹا پیش کی۔
 ۱۰ اوکے۔ چلو اب نکلو۔ اپنے تمام نشانات مٹا دو۔
 انہار ج نے حکم دیا اور پھر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا
 کے پیچھے دوسرے پیش کی کمرے سے باہر نکل آئے۔ بیڑ
 جو یاد ستورار کے کاندھے پر سوار تھی۔

خدا شمل اور مارٹن دونوں فوجی دردی پہنچے ہوئے، بڑے ایمان
 سے فرسٹ چیکنگ پوسٹ پر پہنچے۔ وہ ایک سرخ رنگ کی کار میں سوار
 تھے جو مقامی طور پر رجسٹرڈ تھی۔

مارٹن نے کیپٹن کایج اور مارٹن نے میٹلیٹ کا بیج لگایا ہوا تھا۔
 میٹرننگ اس وقت مارٹن کے ہاتھ میں تھا۔

انہوں نے کار جیسے ہی فرسٹ چیکنگ پوسٹ کے باہر کی ایک فوجی
 نے آگے بڑھ کر ان کو سیٹ کیا۔
 اور پھر وہ اٹنیشن ہو گیا۔

مارٹن نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور سپاہی کی طرف بڑھا دیا۔
 سپاہی نے کاغذ مارٹن کے ہاتھ سے لے لیا اور پھر وہ "پمکد پوسٹ" کی
 طرف بڑھ گیا، اس نے کاغذ اندر بیٹھے ہوئے "ٹیمپل کو دے دیتے۔" کھینچنے
 بشرط امداد چلت گئے اور پھر اس نے کاغذ کے ساتھ ہی دو بیج جن پر سرخ

اب ان کی کار تیسری سے دائر کیلنگ پلانٹ کی طرف دوڑ رہی تھی۔

وہ بدستور بقول میں مصروف تھے۔ ان سے کافی دور ایک موٹر سائیکل بھی ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ دونوں چونکہ قطعی طور پر مطمئن ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے اپنے تعاقب وغیرہ پر زیادہ دھیان بھی نہیں دیا۔ دوسرا انہیں چھاؤنی کے اندر داخل ہونے کے بعد اپنے تعاقب کا تصور بھی نہیں آ سکتا تھا۔

گر ٹری اینٹیلی جنس نے پچھلے دنوں سے چھاؤنی میں گمرانی انتہائی سخت کر دی تھی، پھر فرسٹ چیک پوسٹ کے آفیسر نے ٹری اینٹیلی جنس کے انچارج کو فیڈر ریران کے متعلق رپورٹ کرا سگ دیئے جانے کی اطلاع کر دی تھی رپورٹ کرا سگ ایک انتہائی اہم اجازت نامہ تھا اس کا حل چھاؤنی میں کسی جگہ کسی بھی کمرے، چارٹ میں چاروک ٹوک آجا سکتا تھا اور یہ راج کی ایجنسی کے آرڈر پر ہی کسی کھاروتی موٹر سائیکل کو ایوارڈ ہوتا تھا جبکہ وہ شخص کسی اہم ترین مقصد کے لئے کام کر رہا ہو۔

ٹری اینٹیلی جنس انچارج نے اپنے کارکنوں کو ان دونوں کی گمرانی کا حکم دیا اور وہ خود ہی این سی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا مگر ان کے آؤ دو کی تعیناتی ہو سکے۔

لیکن یہ این سی سے رابطہ قائم نہیں ہو رہا تھا کیونکہ وہ ایک اہم ٹینک میں مصروف تھے۔

سرخ رنگ کی کار ان دونوں کو لے کر تے ہوئے جلد ہی دائر کیلنگ پلانٹ کے سامنے پہنچ گئی۔

رنگ سے کوئی باہر نکلنا چاہی کو دے دیتے۔
"سی ایچ این سی نے۔ پیر کرا سگ دینے کے آرڈر دیتے ہیں۔

حیرت ہے۔
"آفیسر نے اپنے ساتھ بیٹھے اسسٹنٹ سے کہا۔

اور اسسٹنٹ نے دہر دہاسی سے کندھے جھٹک دیئے۔
"پہلے ہی نے ہوسے موربانہ انداز میں وہ کاغذ اور رپورٹ کرا سگ کو مارشل کو دے دیتے اور سیلوٹ کیا۔

مارشل نے سر کی جنبش سے سیلوٹ کا جواب دیا اور پھر اس نے سڑک ہوسے مارشل کو کار آگے بڑھانے کا اشارہ کیا۔

کار تیسری سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ اب ان کے لئے چھوٹا سا ہو گئی ہے۔

رپورٹ کرا سگ کی وجہ سے انہیں کسی بھی چیک پوسٹ پر زیادہ دیر نہیں روکا گیا۔

اس رپورٹ کرا سگ کی وجہ سے ابھی بھی تھا کہ وہ اعلیٰ حکام کی طرف سے کسی خاص مشن پر آئے ہیں۔ انہیں مست روکا جائے آخری چیک پوسٹ سے گزر کر جب وہ چھاؤنی میں داخل ہوتے تو انہوں نے اہلیان کا طویل سانس لیا۔

"ہمارا مشن مکمل ہو گیا۔"
"نوں نے سڑک سے ہوسے مارشل سے کہا۔

"ہاں سی ایچ این سی کے جیل دستخط کام آگئے۔"
مارشل نے بھی سڑک سے ہوسے جواب دیا۔

حوریدار نے حیرت جھری نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔
 ”ایک دفعہ کہہ دیا، کیا تمہیں ڈھول پیٹ کر بتایا جیسے، آگے سے ہو
 ایرجنسی؟
 مارٹن نے اس بار اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔
 ”آپ پلانٹ چیک کرنے کی وجہ بتائیں، تب ہی آپ کو اجازت
 دی جائے گی۔“
 صوبیدار کا چہرہ فحشہ سے سرخ ہو گیا تھا۔
 مگر اس نے ڈپٹن کا خیال رکھتے ہوئے انتہائی مود باز رہے ہیں
 جواب دیا۔

اور صوبیدار نے رجسٹر میں وجہ کے خانے میں ایرجنسی اور ڈپٹ
 سیکرٹ لکھ کر انہیں جانے کی اجازت دے دی اور وہ بیچارہ ریڈ
 کرائسٹ میجر کے سامنے کبھی کیا سکتا تھا۔
 مہر مال اس نے اپنا فرض انجام دے دیا اور مارٹن اور مارشل حکایت
 تھے ہی تیزی سے دائر کلائنگ پلانٹ کے مین گیٹ میں داخل ہو گئے۔
 اندھن جیگا انہیں رینگ کر اسٹاک میجر اور ایرجنسی کھانا پکڑا، تب دوبارہ پلانٹ
 ن اصل عمارت تک پہنچ گئے۔
 پلانٹ کی اصل عمارت کے مین گیٹ میں داخل ہوتے ہی ایک افسیر
 نے ان کا استقبال کیا۔

جب دروازے پر اسے ایرجنسی، ایڈمپ سیکرٹ بتایا گیا تو اس نے
 لوگ کھیلنا اپنی خدمات پیش کر دیں،
 ”نوسٹراٹ انڈیاپ سیکرٹ۔ اس نے ہم آپ کو ساتھ نہیں رکھ

یہ ایک غیر اشنا، وٹر کلائنگ پلانٹ تھا جس سے اس مقام وسیع و عریض تھا
 کو سینے کا بانی میا گیا، اور اس کی حفاظت کے لئے بھی سخت ترین
 انتظامات تھے۔

کار کے رکتے ہی وہ دونوں باہر نکلے اور پھر وہ تیزی سے پلانٹ
 کے پیچھے گیٹ کی طرف بڑھے، گیٹ سے باہر ہی ایک چیک پوسٹ تھی
 جہاں تقریباً پانچ سپاہی سٹین گن سے پھرتے کھڑے تھے۔
 مارٹن اور مارٹن کے قریب پہنچتے ہی سپاہیوں نے سٹین گنیں بیدار کر
 لیں، اور ساتھ ہی ان کی ریڈیں بھی رنج آئیں، چیک پوسٹ کے انچارج سٹاف
 نے بھی ان دونوں کو سیلٹ کر لیا۔

اور پھر وہ۔
 ”فرمائیے سر“
 مارٹن اور مارٹن نے ریڈ کرائسٹ سٹاک آگے کر دیئے، صوبیدار نے بغور
 ریڈ کرائسٹ سٹاک دیکھے اور پھر ان پر دیکھے ہوئے فرائی ڈائری میں نوٹ
 کرنے لگا۔
 ”فرمائیے جناب“

اس نے ریڈ رنج انہیں واپس ڈالتے ہوئے پوچھا۔
 ”ہم لے پلانٹ چیک کرنا ہے“
 مارٹن نے کھانا پکڑیں جواب دیا۔
 وہ دونوں مقامی آرمی کے ایک ایک میں تھے اس لئے انہوں نے
 آگے تیزی بھی نہ دی، پھر میں بولی تاکہ ان پر خشک دیکھا جاسکے۔
 ”پلانٹ چیک کرنا ہے“

آفیسر نے غمناک آفیسر کے لیے جواب دیا۔
 مارٹن اور مارشل نے فارم کے نیچے دستخط کئے اور پھر فارم آفیسر
 کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔
 انہوں نے بڑے ہم دستخط کئے تھے تاکہ ان دستخطوں سے ان پر
 کوئی حرف نہ آئے۔

آفیسر تھیں وہاں لوٹ گیا۔
 تو کیا پانچ منٹ خاموشی سے پورے ہو گئے۔
 دوبارہ آفیسر رامے میں نظر آیا، اس بار کے ساتھ پانچ سپاہی شینگن
 اٹھائے ہوئے تھے۔
 "خطو" مارشل نے بڑبڑاتے ہوئے مارٹن سے کہا اور مارٹن بھی آفیسر
 کے ساتھ ان سپاہیوں کو دیکھ کر چمک گیا۔
 لیکن اب وہ کیا کر سکتے تھے۔

"آپ ہمارے ساتھ پیٹھے آفیسر انچارج نے آپ کو آفس میں طلب
 کیا ہے۔"
 آفیسر نے ان کے تسمہ پر ہنسنے ہوئے کہا۔

ویسے اس کی آنکھوں میں پیدا ہونے والی ہر سزا چمک سے مارٹن
 اور مارٹی سمجھ گئے کہ معاملہ گورنر ہو چکا ہے۔
 مارٹن سوچ رہا تھا کہ کونسا کہاں آکر ٹوٹی۔
 جب کہ وہ اپنا مشن تقریباً مکمل کر چکے تھے، مارٹن نے مارٹن کی طرف
 دیکھا اور پھر سولی کی آنکھ دیا کہ اسے اشارہ کر دیا۔
 "پیلے صاحب"

سکتے ہیں، ہر حال آپ ہیں، وارنٹورٹلی دکھائیں، تھیک ہے۔
 مارٹن نے ٹھکانہ پر نیچے میں جواب دیا۔
 "یس سر کوروی"

آفیسر نے نباتات میں سر ہاتھ ہونے کہا۔
 اور پھر وہ ان دونوں کو سر پلانٹ کے برآمدوں میں سے ہوتا ہوا
 پلانٹ کے آبی ذخیرے کی طرف لے چلا۔
 پلانٹ کے مختلف بڑے بڑے کمروں میں نشینی چل رہی تھیں۔
 جلد ہی وہ ایک ایسے دروازے کے قریب پہنچ گئے جس کے باہر سٹوپا
 دکھایا ہوا تھا دروازہ بند تھا۔

"اسے کھولتے ہیں اندر جانا چاہتے ہیں؟"
 مارٹن نے گائیڈنگ آفیسر سے کہا۔
 بہتر سر میں اسے کھولنے کے آرڈر دے آنا ہوں، آپ اس فارم
 دستخط کر دیجئے۔
 آفیسر نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی قاتل سے ایک فارم نکالنے
 ہوئے کہا۔

تو میں آپ نے وہیں کیوں نہ کہہ دیا؟
 مارٹن نے ہنسنے میں کہا۔
 کیوں آپ بلا وقت براؤ کرنا چاہتے ہیں؟
 "سوری سر، آج اس کے متعلق میڈیکل وارنٹس آرڈر وصول ہوئے ہیں۔
 کریفر فخرانی، جج کے حکم کے کوئی شخص سٹوروم میں داخل نہیں ہو سکتا
 اس نے مجھے خفیہ نہیں رہا، سوری، ویری سوری۔"

سے کھڑے ہو کر سٹور کا سامنا کیا جاسکے۔
 مارشل انڈھا دھند سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا، اب اسے ہراسے میں
 بھی جھگڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آنے لگیں تھیں۔
 جلد ہی وہ بھر ڈھکی پھینچ گیا۔

مارشل نے آفیسر سے کہا۔
 اور پھر جیسے ہی آفیسر مڑا مارشل نے انتہائی چست قدموں سے
 چھب سے رو اور نکالی کر آفیسر اور سپاہیوں پر گولیوں کی بارش کرنا
 دی۔ اپنی سپاہیوں کو مار کر کرنے کی ہمت ہی نہ ملی کیونکہ وہ انتہائی اچانک
 اور بھرپور کیا گیا تھا۔

مگر ایک سپاہی کو موقع مل گیا۔ اس نے سین گن سپاہی کی اور پھر
 ٹرگر دبا دیا۔ سین گن کا رخ مارشل کی طرف ہی تھا۔
 مارشل نے پہنچا ہوا مگر سین گن سے نکلنے والی گولیوں کی بوچھاڑ سے
 اسے ترس پنے کا بھی موقع نہ دیا۔

اور جیسی لمبے مارشل نے اس سپاہی کو بھی گولی مار دی اور وہ صرف
 مارشل کو گولا مار کر کے خود بھی خاک ہو گیا۔

مارشل نے ایک کر سپاہی کی سین گن اٹھائی اور دوسرے لمحے اس نے
 دروازے پر سین گن کی گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ مارشل کی آوازوں سے
 سامان چٹ گونج اٹھا اپنا ٹھسہ دوسرے لمحے پورے چارٹ میں خطرے
 کے آواز کو محسوس کیے۔

سین گن کی گولیوں نے دروازے کے پرچے اڑا دیئے اور مارشل کو
 ہوسے دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک بہت بڑا بال
 جس میں صاف شدہ پانی تھا تھیں مارو تھا۔

دروازے کے قریب سے ہی ایک اونچی میٹھی چھت تک چلی
 گئی تھی۔

اور چھت کے قریب ہی بڑے بڑے تختوں سے بنا ہوئی تھیں تاکہ بال

اور پھر جب اس نے ڈاکٹر کو کار سے اتر کر عمارت کے اندر داخل ہوتے دیکھا تو وہ بھی موٹر سائیکل سے اترتا اور پھر موٹر سائیکل سٹینڈ کر کے وہ بھی اس عمارت کی طرف بڑھا۔ جلد ہی وہ اس کے صدر دروازے میں داخل ہوا۔ یہ ایک کمرشل بلڈنگ تھی جس کی ہر منزل میں مختلف قسموں کے آفس تھے۔

اس لئے اب وہ الجھ کر رہ گیا کہ ڈاکٹر نہ جانے کہاں گیا ہے۔ اس نے گیٹ کے قریب ہی کھے جہتے بہت بڑے اور ڈپر نظر ڈالی جن پر تمام آفسز کے نام اور نمبر اور غور کیے ہوئے تھے مگر اس کو کسی ڈاکٹر کا نام اس لسٹ میں نظر نہیں آیا۔

نچلی منزل میں ڈاکٹر کو کو کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس نے ٹائیگر کے سوا چاکر باہر موٹر سائیکل کے قریب کھڑا ہو کر رہی وہ ڈاکٹر کو دوبارہ پا سکتا ہے۔ اس نے کار جس انداز سے پارک کی تھی اس سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جلد ہی واپس آئے گا۔

چنانچہ ٹائیگر میں گیٹ سے باہر آیا۔

اور پھر ساتھ ہی ایک چھوٹے سے بکس میں پریشان ہو گیا۔

اس نے دیئے ایک رسالہ اٹھا کر دیکھا شروع کر دیا۔

تقریباً دس منٹ کے بعد ایک بار پھر اسے ڈاکٹر میں گیٹ سے باہر نکلتا ہوا نظر آیا۔

اس نے دس سالہ موٹر کر جیب میں ڈالا اور جیب سے پانچ کا نوٹ

ٹائیگر نفیاتی معالج رشید خالد کے رانا باؤس سے نکلتے

ہی اپنی موٹر سائیکل پر رانا باؤس پہنچ گیا تھا۔

جیسے ہی اس کی موٹر سائیکل رانا باؤس کے قریب پہنچی، ڈاکٹر کی کار

میں رانا باؤس کے گیٹ سے باہر نکلے۔

موزن نے چونکہ ڈاکٹر کا حیلے سے بتا دیا تھا اس لئے وہ اسے دیکھتے

ہی پہچان گیا۔

اس نے موٹر سائیکل اس کی کار کے پیچھے ڈال دی۔

اور کار کی فاصلہ دسے کر اس کا تعاقب کرنے لگا۔

ڈاکٹر کی کار مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی سرکلر روڈ پر پہنچی تو

پھر سرکلر روڈ کی ایک ضعیف الا نشان عمارت "سمت منزل" کے سامنے

جاکر ٹک گئی۔

ٹائیگر نے بھی اپنا موٹر سائیکل تھوڑے سے فاصلے پر روک لیا

نکان کرسمال دے کو پکڑا دیا۔

اور خود تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھا۔
ڈاکٹر اپنی کاریں میں بیٹھ چکا تھا اور پھر اس کی کارٹارٹ ہو کر آگے
بڑھ گئی۔

ٹائیگر نے ایک بار پھر تعاقب شروع کر دیا۔

مختلف ملکوں سے ہوتا ہوا ڈاکٹر اباب روڈ کی ایک دکان کے سامنے
اگر رک گیا۔ ٹائیگر نے ایک نظر دکان کے باہر گئے ہوئے بوڑھے پر ڈالی۔
بوڑھے نے ڈاکٹر رشید خالد سائیکلو جسٹ "کا نام صاف اٹھا دیا۔
"ہر نہ تو یہ اسی ڈاکٹر کا بھائی ہے؟"

ٹائیگر نے موٹر سائیکل آگے جا کر روکتے ہوئے کہا۔
جب تک وہ موٹر سائیکل سائید میں شینڈل کر کے واپس ملتا
ڈاکٹر اس سے اتار کر اندر جا چکا تھا۔

ٹائیگر بھی تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے دکان میں
داخل ہو گیا۔

ڈاکٹر کے آفس کے باہر چوڑی سٹول ڈالے ہوئے بیٹھا تھا۔
ٹائیگر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔
اسے دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ کر چوڑی اٹھ کھڑا ہوا۔
"سہیلے؟"

اس نے انتہائی سود باز لہجے میں سوال کیا۔

ڈاکٹر صاحب سے غلبے سے غلبے۔

ٹائیگر نے چر و قار لہجے میں جواب دیا۔

مٹھرتے میں ڈاکٹر صاحب سے اجازت لے لوں؟

چراہ واپس مڑا۔

مٹھرتا تیار کرنے اس کے کان میں پر دم تھ کر کہہ کر اسے روک دیا۔
"اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر صاحب میسرے

دوست ہیں؟"

ٹائیگر نے کانا اور پھر وہ پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔

چراہی حیرت سے سر ہٹا رہا تھا۔

ڈاکٹر اپنی مین کے پیچھے بیٹھا کسی ٹیلیفون کرنے میں مصروف تھا۔
اس نے یوں ٹائیگر کو اچانک اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو
انہی بات منقطع کر کے فوراً ریسپونڈ کر ڈالی۔

اس کے چہرے پر ناگواری اور غصے کے تاثرات نمایاں تھے۔

"آپ بغیر اجازت اندر کیوں آئے؟"

آخر وہ اپنے آپ کو اس بات کے کہنے سے روک نہ سکا۔
"خوسری ڈاکٹر دراصل میں آپ کے پاس ضروری اس لئے تھا تھا
کہ مجھے مرض ہے کہ میں ہر جگہ اجازت داخل ہو جاتا ہوں جس کے
لئے مجھے بعض اوقات مشرمنہ بھی اٹھانی پڑتی ہے؟"

ٹائیگر نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنا مرض بھی بتا دیا۔

اور ڈاکٹر اسے بغور دیکھتا رہ گیا۔ غصہ بہت اب وہ اس مسئلے
پر مزید کیا کہتا۔ جب مقابل ہو ہی اس مرض کا مریض تو پھر وہ کیا کر
سکتا ہے۔

"مزایے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

”معاف کیجئے ڈاکٹر صاحب“

اچانک چلے جانے کا بھی وجہ میں مرض ہے۔

میں مجبور ہوں پھر کبھی حاضر ہوں گا۔

ماتہِ سخن نے سیاٹ پیسے میں جواب دیا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ چراسی اس کے اتنی جلدی باہر آنے پر اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

لیکن ماتیگر دروازے سے نکل کر آگے نہیں بڑھا۔

لیکن وہیں دروازے کی بائیں سائیڈ میں قریب ہی رک گیا۔

چراسی نے کچھ بول نہ پایا۔

مگر ماتیگر نے اپنے منہ پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا

ماتیگر کا انداز کچھ ایسا پر اسرار اور ٹھکانہ تھا کہ چراسی کو کچھ بولنے کی جرأت

ہی نہ ہوئی اور وہ خاموش ہو کر حیرت بھری نظروں سے ماتیگر کو دیکھنے لگا۔

ماتیگر کو حسبِ توقع ٹیلیفون کے نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنائی دی۔

اور اس کا چہرہ اپنے خیال کی تصدیق پر چمک اٹھا۔

جلدی ڈاکٹر کی مدد سمی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

”ہیں ہاں میں زلفی بول رہا ہوں“

”ہاں وہ دراصل اچانک ایک مریض آئے ٹپکا تھا اس لئے میں

نے رسپورڈر رکھ دیا تھا“

ڈاکٹر کی آواز اسے مدغم ہونے کے باوجود صاف سنائی دے

رہی تھی۔

اسی دوران چراسی جو شاید اپنے حواسِ جمیع کو چپکا تھا۔ اس نے اپنی

ڈاکٹر نے بوکھڑا ہٹ میں عجیب سا فقرہ کہہ دیا۔

”ڈاکٹر صاحب میں نے بتلایا تو ہے کہ میں آپ سے علاج کرانے

آیا ہوں کہ مجھے علاجِ عاجزہ حاصل ہونے کا مرض ہے“

ماتیگر ڈاکٹر کی بوکھڑا ہٹ سے غلط فہم ہونے لگا۔

”اچھا آپ تفصیل سے اپنا مرض بتلائیے“

ڈاکٹر نے ایک حوالہ سن سکتے ہوئے ماتیگر سے کہا۔

اس سے پہلے کہ ماتیگر کوئی جواب دیتا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی زور سے

بج اٹھی۔ ڈاکٹر نے چمک کر رسپورڈر دیکھا۔

”نہیں ڈاکٹر پیپلنگ“

ڈاکٹر نے کہا۔

دوسری طرف سے نہ جانے کیا کہا گیا کہ ڈاکٹر نے جواب میں کہا۔

”در مختور شی وید بعد میں خود دفن کر کے تمام رپورٹ دے دوں گا۔

فی الحال میسکے پاس ایک مریض بیٹھا ہے۔

اور پھر رسپورڈر رکھ دیا۔

”اچھا ڈاکٹر صاحب میں چلوں مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے

اب بھی شاید ضرورت ہیں میں پھر آؤں گا“

ماتہِ سخن.... اچانک وہن میں آنے والے ایک خیال کے تحت

اٹھ کھڑا ہوا۔

”جیتنے تو سہی آپ کہاں چل جیتے“

ڈاکٹر ماتیگر کے اس طرح اچانک اٹھ کھڑے ہونے پر

بوکھڑا ہوا

وفا داری کے پیش نظر دوبارہ کچھ لوٹا چاہا۔

مگر دوسرے لمحے ٹائیسگر کے ہاتھ میں ریلو اور چکے لگا۔

غلاہر سے ریلو اور کڑی چیرائی کی طرف ہی تھا اور ٹائیسگر کی آنکھوں میں درد و بے بسی کی چمک تھی۔

ریلو اور ڈاکٹر کی آنکھوں کی چمک نے چیرائی پر خاطر خواہ اثر کیا اور وہ بت کی طرح بیٹھا رہ گیا۔

ٹائیسگر کو اطمینان ہو گیا کہ کم از کم اب چیرائی نہیں ہوئے گا۔

اب صرف اسے خطہ اختیار تھا کہ دکان میں کوئی اور شخص نہ آجائے۔

ڈاکٹر کی آواز بدستور اس کے کانوں میں آرہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”باس آپ کا اندازہ بالکل درست رہا۔ انہوں نے عمران کے چپکے لپٹے مجھے ہی بلایا۔“

”ییس ہاں میں نے بڑی کامیابی سے ڈاکٹر خاں رشید کا کارواں لایا ہے ان لوگوں کو مجھ پر بالکل شک نہیں ہوا۔“

”بس ہاں میرے خیال میں عمران بدتر ہوئے گا کیسا بد بخت وہ اب ایک حقیقت پر کھینچنے کی طرف بے ضرر ہو چکا ہے۔ ویسے ابھی انھوں نے

مگے زیادہ دیر نہیں گزری۔ جوں جوں وقت گزرتے گا وہ ختم ہوتا جائے گا۔“

”دوسرے آدمی کو میں نے سہی، نہیں ویسے اس کے متعلق معلومات کرنے کے لئے میں ممتاز منزل میں سیکرٹ انفرمیشن ایجنسی کے پاس جا

رہا تھا۔ ان کی معلومات کے مطابق رانا تھوڑی سی مدت ہی دارالحکومت کا رئیس اعظم ہے اور قطعی طور پر تنہا اور بے ضرورہ کی گزارنے والا شخص ہے عمران کی اس کے ساتھ خاصی پرانی دوستی چلی آرہی ہے۔“

”اس رانا قطعی طور پر وہ آدمی نہیں تھا جو عمران کو قتل سے نکال لایا تھا۔ وہ آدمی بے حد چھپتلا تھا مگر رانا سادہ جسم کا مالک ہونے کے باوجود

سخت اور کاہل نظر آتا ہے اور دوسرا وہ ذہنی طور پر ہمیشہ بدحواس اور الجھا ہوا محسوس ہوتا ہے۔“

”ییس ہاں میں وقتاً فوقتاً عمران کے متعلق معلومات کرتا رہوں گا۔ آپ بے فکر ہیں ویسے آپ مجھ پر اعتماد کریں۔ عمران اب وہ نہیں رہ جو پچھلے کھیل کے دوران تھا۔“

”ٹھیک ہے اگر کرزی حکومت نے میری خدمات حاصل کیں تو میں آپ کی غزوات کے مطابق ان سے گفتگو کروں گا۔ ورنہ پھر آپ کی تجویز

کے مطابق انہوں نے جس سائیکلو جسٹ کی خدمات حاصل کیں ہیں اس کا وہب دھار لوں گا۔“

”بہتر جناب شکریہ۔ اور پھر سید رہ گئے جانے کی آواز سنائی دی۔“

یہ گفتگو دھتوں و قہقوں میں ہوتی رہی۔ اور ٹائیسگر صرف ڈاکٹر کی بات ہی سن چکا تھا۔

ویسے ڈاکٹر کی گفتگو سے وہ باس سے کہے ہوئے فقرہ کا دلہ اندازہ کر سکتا تھا۔

اس کا کام ختم ہو چکا تھا مگر اب ایک کام رہ گیا تھا۔

دور وہ تھا چہرہ اسی کا اختتام۔

حق ہرے ٹائیگر کے حانے کے بعد چہرہ اسی کا ٹکڑا اس بات سے
آگاہ کر دیا کہ ٹائیگر ڈاکٹر کی گفتگو سن کر نہ ہے تو تمام اعلان ہی حرم ہر مہینا
چنانچہ گفتگو ختم ہوتے ہی ٹائیگر نے چہرہ اسی کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔
اور یہ اشارہ چہرہ اسی نے لیا اور کی نال سے کیا تھا۔ اس لئے چہرہ
کو چہرہ اٹھنا پڑا۔

ٹائیگر نے اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا اور چہرہ اسی بے چوں و چراں باہر
کی طرف مڑ گیا۔

کمرے سے دور ہوتے ہی ٹائیگر نے دیوار چہرہ اسی کے سینے پر رکھا۔
چہرہ اسی کی خوف سے گھٹکی بندھ گئی۔

”سنو تم بے گناہ ہو اس لئے میں تمہاری جان نہیں لینا چاہتا
ورنہ میری ایک انگلی کی حرکت تمہاری زبان ہمیشہ کے لئے بند کر سکتی
ٹائیگر نے سانپ کی طرح چھنکا کرتے ہوئے سرگوشی کی۔

چہرہ اسی کے چہرے پر ہراسیاں اڑنے لگیں۔ شدت خوف نے
اس کی آنکھیں پھٹنے کے قریب پہنچ گئیں۔

”مم۔ مم۔ میں بے گناہ ہوں“

چہرہ اسی نے شدت خوف سے سہکاتے ہوئے کہا۔

اس کی آواز پھٹی پھٹی سی تھی۔

ٹائیگر سمجھ گیا کہ یہ ایک انتہائی بزدل اور بے ضرر رٹا

کا آدمی ہے۔

”ٹیک ہے اس وجہ سے پر میں تمہاری جان بچتی کرتا ہوں“

ایک تو تم ڈاکٹر کو یہ نہیں بتاؤ گے کہ میں نے اس کی گفتگو سنی ہے۔

اور دوسرا ڈاکٹر جو بھی گفتگو کرے ٹیلیفون پر یا کسی آدمی سے
وہ مجھے بتاتا۔

اس کا تہیں انعام ملے گا۔

اور تم نے اگر کوئی گڑبڑ کی تو کہیں بھی تمہیں گون ماری جاسکتی ہے۔
ٹائیگر کے لمبے میں درندوں کی سی غراہٹ ابھرائی تھی۔

اور ساتھ ہی اس نے جیب سے چھوٹے نوٹوں کی ایک گڈی نکال
کر چہرہ اسی کے ہاتھ دے دی۔

”تمہارا پہلا انعام ہے اب میں چت ہوں کہیں ڈاکٹر ہر
نہ آجائے؟“

ٹائیگر نے کہا۔

اور چہرہ اسی سے مڑا اور تیز قدم اٹھاتا ہوا دکان سے باہر نکل گیا۔
چہرہ اسی کے لئے یہ سب کچھ قطعی خلافت تو قی تھا۔ اور پھر اتنی بڑی

رقم کا نوہ زندگی بھر تصور نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے نوٹ کوٹ کی اندرونی جیب
میں ڈالے۔

اور پھر ڈاکٹر لڑتے ہوئے قدموں سے دوبارہ چنے سٹوں کی طرف
بڑھا۔

وہ ابھی تک حواس باختہ تھا۔ شکر تھا کہ ڈاکٹر نے اس دوران اسے
نہیں بلایا تھا۔

سٹول پر بیٹھ کر اس نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

وہ بار بار جیب کو ہاتھ لگا کر دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے یقین نہ
آ رہا ہو کہ یہ شب کچھ خواب تھا یا اٹل حقیقت ہے۔

عمر اسے رانا داؤس سے نکل کر سیدھا اپنے لیٹ پر گیا۔ اس نے کار
بچھڑکی اور سڑکیاں پر پڑنے لگا۔ اس کی جاس میں وہ تیزی سے
منفوخ ہوئی جو اس کا خاصہ تھا۔ عجیب معنیٰ فریفتہ سے وہ سڑکیاں چڑھ
رہا تھا جیسے کوئی جہاز اپنی زندگی بھر کی پوری جہت کی آخری بازی میں جا
کر واپس لوٹ رہا ہو۔

فلیٹ کا دروازہ بند تھا، اس نے کا بلڈ انداز میں گھنٹی کے دھن کی
طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر دھن آہستہ سے دبا کر ہاتھ پیچہ کر لیا۔ حالانکہ اس
سے پہلے عمران ہیچمن سیلوان کو تنگ کرنے کے لئے اس وقت تک بیٹھی
تھی۔ ہاتھ نہیں اٹھاتا تھا جب تک کہ جھنجھٹا نہ مورتے سیلوان کی شکل
دروازے میں نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اس دفعہ یہ حالت اس کی رانا داؤس
سے نکلتے ہی ہو گئی تھی۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور چھ مسلمان کی شکل نظر آئی۔ درمیان کی

شکل دیکھتے ہی سیمان بھی حیران رہ گیا۔ کیونکہ وہ تو گھنٹی بجنے کے انداز سے یہی سمجھا تھا کہ کوئی نیا آدمی ایسے۔

عمران کوئی سے اندر چڑ گیا اور جاتے ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے چہرے پر گو حسب معمول حماقت کی جھلکیاں موجود تھیں، مگر اس کے باوجود اس کے چہرے پر عجیب سی مروتی چھائی ہوئی نظر آتی تھی جیسے وہ دنیا سے بیگنہ پیز ہو گیا ہو۔

”کیا بات ہے صاحب! — نصیب دشمن طبیعت تو غراب نہیں“ — سیمان نے اسے بعد دانہ چلے میں پوچھا۔

”سیمان! — تو نے مجھے کوئی بھڑکھا ہے کہ مجھے دشمنوں کے نصیب کا پتہ چل جائے۔ ویسے تو اٹن بتا رہے ہیں کہ دشمنوں کا نصیب اچھا ہے۔“ — لہجہ میری طبیعت واقعی غراب ہے۔“

عمران نے اٹھ کھڑے ہوئے جیسے میں جواب دیا۔

”صاحب کسی ڈاکٹر کو جانو“ — سیمان کو عمران کے جواب ہی سے اندازہ ہو گیا کہ عمران کو کوئی کمی کرتی تھی۔ اس نے اس کے ڈاکٹر کو بلانے کا مشورہ بڑی سنجیدگی سے دیا تھا۔

”جی ہاں ایک ڈاکٹر سے جان چوڑا کر آ رہا ہوں۔“ اس کا خیال تو یہ ہے کہ کس ہانگ ہوں۔“ — عمران نے مجھے جوتے چلے میں جواب دیا۔

”ہانگ ہوں آپ کے دشمن“ — سیمان نے بڑی بوڑھیوں کی طرح تشنگی کے جواب دیا۔

”جاو رہا ہوں کام کر۔“ کیوں جا رہا ہوں دشمنوں کا کام لے لیکر مجھے خوفزدہ کر رہے ہو۔“ — عمران نے بڑی ہنسی سے جواب دیا۔ اور سیمان

کان دہانے خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گیا۔ ویسے اس کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے آثار نمایاں تھے۔

عمران کافی دیر تک خاموشی سے صوفے پر بیٹھا رہا۔ پھر بھانے سے کیا خیال آیا کہ وہ اٹھا اور باہر ہلے کھڑے دروازے کی طرف بڑھا۔ مگر ابھی وہ دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی زور زور سے بج اٹھی۔ وہ یکدم واپس مڑا اور اس نے رجسٹر اٹھا لیا۔

”میں — میں عمران بول رہا ہوں“ — اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

”عمران صاحب! — میں ظاہر یوں رہا ہوں۔“ جی جی ابھی مجھے کیپٹن شکیل نے اطلاع دی کہ وہ صفدر اور چوہان، جو نیا کے ٹیٹ میں موجود تھے کہ کسی بڑے امرالہ کی وجہ سے بہوش ہو گئے۔“ — جی جی جب انہیں کوکشن لڑا تو جی ٹیٹ سے غائب تھی۔ اور پوسٹ ٹیٹ کا سلمان الٹ ٹیٹ ہوا پڑا تھا جیسے کسی نے بڑی غفیلی تلاش کی ہو۔“

دوسری طرف سے ایک زبرو نے پورٹ دی۔

”عجیب بات ہے ظاہر۔“ آجکل ہمارے کس کوئی کیس جی نہیں۔“ چہرہ تلاش لینے اور جرنیال کو غرا کرنے کا مطلب یہ نہیں نہیں آیا۔“ — عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب! — آپ بھول رہے ہیں۔“ یہ معلوم محرم ہونا کام شروع کر چکے ہیں۔“ آپ کو یاد نہیں کہ پہلے آپ کو انکو کر کے پرنے تلخے بنایا گیا اور پھر تلخہ تیار کر دیا گیا۔“ ایک زیرو نے اسے یہ دھتکتے ہوئے کہا۔

وہ ہاں۔ وہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ لیکن اس سے جو کیا
کے اخوا کا سند تو میں نہیں ہوا۔ عمران نے کہا۔
عمران صاحب۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ جب سے آپ
تھوڑے واپس آئے ہیں۔ آپ میں غیر معمولی تبدیلی ہو گئی ہے؟
بلیک ریو نے جھجھک کر جواب دیا۔
میں ٹھیک ٹھیک ہوں۔ بس ذرا طبیعت گری گری سی رہی
ہے۔ بہر حال تم تحقیقات کراؤ اور پھر مجھے رابطہ بتانا کہ کیا نتیجہ
نکلے گا۔ عمران نے بیزاری سے کہا اور ریو سرور دکھ دیا۔ اس
کا انداز بیکار تھا جیسے ایک ریو لے اسے تیار کر خواہاں وقت مناتے
کیا ہو۔

ریو سرور دکھ کر عمران واپس مڑا ہی تھا کہ گھنٹی ایک بار پھر زور زور سے
بجھنے لگی۔

کیا مصیبت ہے۔ ٹیلفون نہ ہوا مصیبت ہو گئی۔ عمران
نے بیزاری سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر دوبارہ ریو رٹا کر کال سے
گیا۔

”کون بول رہا ہے؟“ اس نے بیزاری سے پوچھا۔

”میں سلطان بول رہا ہوں۔ عمران فورا میرے پاس پہنچو۔
ایک انتہائی تیزوری کام ہے۔“ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز
اس کے کانوں میں پیچھی۔

”اچھا میں آ رہا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا اور پھر ریو سرور دکھ دیا۔
ریو سرور دکھ کر عمران دوبارہ دوا دے کی طرف بڑھا اور چند لمحوں بعد اس

کی کار دہشتانی وقت اسے سرک پر دوڑتی ہوئی سر سلطان کی کوٹھنی کی طرف
بڑھنے لگی۔

عمران کو نہانے کیوں آج یہ اس میں جو رہا تھا جیسے اس نے ذرا بھی
رفتار بڑھائی تو ایک سیڈنٹ ہو جائے گا اور وہ مر جائے گا۔ اسے آج
موت سے پہلے پناہ خوف محسوس ہو رہا تھا۔

یہ ایک تلخ حقیقت تھی کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
سکرانے والا عمران اب ایک انتہائی بزدل آدمی کی طرح موت سے خوفزدہ
تھا اور بھول بھول وقت گزرتا چلا جا رہا تھا اس کا خوف بڑھتا چلا جا رہا
تھا۔ لیکن وہ بخیر و خوبی سر سلطان کی کوٹھنی میں داخل ہو گیا۔ اس نے
کار پور برج میں روکی اور پھر اتر کر ڈھیلے قدموں سے ڈرائیونگ رووم کی
طرف بڑھا۔

برآمدے میں موجود ملازم نے اسے دیکھتے ہی بڑے مودبانہ انداز میں
سلام کیا۔ اور ساتھ ہی دروازے پر پڑا ہوا پردہ اٹھا دیا۔ اور عمران اس
سے چھڑ چھاڑ کے اندر خاموشی سے گھر کے اندر داخل ہو گیا۔

سر سلطان ایک صوفے پر بیٹھا آنکھیں بند کئے کسی گہری سوچ
میں غرق تھے۔ عمران کے اندر آئے کی آہٹ سن کر وہ چونک چڑھے اور
پھر عمران کو دیکھتے ہی حسب معمول ان کے چہرے پر ذہنیت کی ایک ہر
دور بگھٹی۔

”آؤ بیٹو بیٹے۔“ انہوں نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
اور عمران خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

سر سلطان چند لمحوں تک اندر عمران کی طرف دیکھتے رہے پھر ان کے

بجہ سے ہر شخص اور مذہب کے آثار نمایاں ہو گئے۔

وہ عمرات کو ایک بالکل نئے روپ میں دیکھ رہے تھے۔ چنچل اور ذہین عمران اس وقت بالکل دل شکستہ اور دیا سے بیزار آدمی کے روپ میں ان کے سامنے موجود تھا۔

”کیا بات سے عمران بیٹھے۔ طبیعت تو ٹھیک ہے۔“
 سلطان نے گہری فکر مندی سے پوچھا۔

”جی ہاں!۔ خدا کا رکھ رکھاؤ کہ وہ گروڑ کو ڈرے بلکہ ارب شکر ہے طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔ بہتر مجھے کچھ یوں محسوس ہو رہا ہے۔ جیسے میرا نورس بریک ڈاؤن ہو گیا ہو۔“
 عمران کی مبالغہ فطرت تھی کچھ چمک دکھائی۔ لیکن یہ جھکاپ بس اتنی ہی تھی جیسے گہرے اندھیرے میں جگنو کی چمک۔

”کس ڈاکٹر کو دکھایا ہوتا۔“ سلطان نے نورس بریک ڈاؤن کا سس کر کہا۔

”چھوڑیں سلطان صاحب۔“ ہوا سے ہی کہتا ہے ڈاکٹر کو دکھاؤ ڈاکٹر کو بلاؤں۔ بلیک نیر وئے تو ڈاکٹر کو دکھا بھی دیا۔ مگر ڈاکٹر اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا داغ خراب ہو گیا ہے۔“
 عمران کی زبان چس پڑی۔

بیٹھے۔ یہ تو تمہارے فائدے کی ہی بات ہے۔ کوئی ٹر مشورہ تو نہیں۔ تم اپنی اجیت اور قدہ نہیں جانتے۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ قوم اور ملک کے لئے صدیوں کا سرمایہ حیات ہے۔“
 سلطان نے کھانسی کیوں بند باقی ہو گئے۔

”چھوڑیے!۔ آپ کن پکڑوں میں پڑ گئے۔“ محمد ہدیہ ڈسٹ یوں آسانی سے نہیں مرا کرتا۔ ہر حال آپ بتا دیتے وہ ضروری کام کہ ہے۔“
 عمران عیث کی طرح اس بار بھی جذباتی باتوں سے بے زار ہو گیا تھا۔

”ہاں!۔ تمہاری پریشانی میں اس کا تو میں ذکر کرنا جھول ہی لگا۔ ایک عجیب واقعہ تھا اس وقت حکام کے پیش نظر ہے۔ وہ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس مسئلے پر کیا کیا جائے۔“
 سلطان نے تمہید اندھی۔

”وہ مسئلہ کیا ہے جس کے مسئلے میں آپ اتنے پریشان ہیں۔“
 عمران نے ان کی تمہید کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

”ہماری فوج کے سپاہی اور انیس ہزار دہلی ہو گئے ہیں۔ اور ان کا سوال اٹھ گیا ہے۔“ سلطان نے ایک فقرے میں ہی تمام مسئلہ پیش کر دیا۔

”جی۔“ عمران نے فطرتی کو حوصلے کرتے ہوئے کہا۔ اس کے بجہ سے پر تعجب اور حیرت کے آثار اس شدت سے پھیلے تھے کہ سر سلطان بھی چونک پڑا۔

عمران لوں سر سلطان کو دیکھ رہا تھا جیسے سلطان کے سر پر اچانک ایک گنگ آگ آئے ہوں۔

سلطان، عمران کے اس رویے پر نفس سے ہو گئے مگر انہوں نے فوراً ہی وضاحت کی۔

”عمران بیٹے! تمہاری حیرت بالکل بجا ہے۔ جب میں نے

یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر کیا ایک آدمی دوسرے کو بزدل بنا سکتا ہے۔؟ اسے تو سکتا ہے۔ بیمار تو کر سکتا ہے۔ کوئی دبا چلا سکتا ہے مگر۔۔۔ سلطان انجور سے گئے۔

تب کچھ ہو سکتا ہے جب!۔۔۔ یہ زمانہ انہم کا ہے۔ ہر روز نئے سے نیا ایجاد ہو رہی ہے۔ ہر حال یہ ایک مکان ہے۔ یہ غلط جی ہو سکتا ہے۔۔۔ عمران نے اپنی بات پر زور دینا مناسب نہ سمجھا۔ جو بھی جو۔۔۔ ہر حال یہ مسئلہ خاصا شگوشی ناک ہے۔ اس لاکھوں بعد از جلد عمل نکھا چاہیے۔۔۔ سلطان نے بھی بات مانگنے پر ممانعت کی۔

ٹھیک ہے۔ میں آج ہی سے اس مسئلے پر تحقیقات شروع کر دیتا ہوں۔۔۔ عمران نے غالی لی اور اچھا کھڑا ہوا۔

تم اپنے آپ کو ضرور کسی ٹاکر کو دکھاؤ۔۔۔ دنہ ہو سکتا ہے کہ طبیعت زیادہ غریب ہو جائے۔۔۔ سلطان نے اٹھتے ہوئے اسے جھٹک کر۔

بھرتیاب!۔۔۔ عمران نے بھیدگی سے کہا اور پھر سلطان کو سلام دے کر کمرے سے باہر چلا آیا۔

چند عموں بعد اس کی کار دوبارہ روک پر دوڑ رہی تھی۔ زمانہ خاصی زخمی چلتے چلتے اُسے جو یا کا خیال آیا کہ ایک زبردست آدمی سے اسے جو یا کا خواستہ متعلق بتلایا تھا۔ نہا کے اس وقت اس کی ذہنی رودہاں تلک گئی تھی کہ اُسے اس کی اہمیت کا احساس بھی نہیں ہو۔

عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کار کا رخ صفدر کے فیٹ کی طرف

کیوں پتہ ہو گیا ہے۔ اور باقی سرحدوں پر پڑی ہوئی فوج اس سے کیوں بچی ہوئی ہے۔۔۔ عمران نے سوال کیا۔

یہی تو سمجھیں نہیں آ رہا۔ اگر یہ باقاعدہ سازش ہوئی تو خطا ہے کہ تمام فوج اس کی پیٹ میں آتی۔ صرف دار الحکومت تک چھوڑی اس کا نشانہ کیوں بنی۔۔۔ سلطان نے جواب دیا۔

اس کا مطلب ہے کہ فی الحال مجرم صرف چھوٹی کو ہی اپنا نشانہ بناتے ہوئے ہیں۔۔۔ عمران نے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ سلطان کوئی جواب دیتے، ملازم ٹالی دیکھا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ اس نے ٹالی سلطان کے قریب آکر روکی اور پھر ٹالی پر رکھے ہوئے ہگ سے اس نے دو گلاس لیمن سکواش کے تیار کر کے عمران و سلطان کے سامنے رکھ دیئے۔

عمران نے خاموشی سے گلاس اٹھا کر ایک ہی سانس میں خالی کر دیا اور ملازم نے دوسرا گلاس جبر دیا اور پھر عمران نے وہ گلاس بھی چسکیاں لے لے کر خالی کر دیا۔ سکواش ہے حد مزید مضمون ہو رہی تھی اور اس کے پیٹے ہی اس کی طبیعت میں فرحت کی ایک لہر دوڑ گئی۔

مجھ۔۔۔ تمہارا مجرموں سے کیا مطلب۔۔۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ کسی انسان کی سازش سے ہے۔؟ سلطان نے سکواش پی کر دوبارہ مسئلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

اور آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا چھوٹی پر بزدلی کی لکڑش ہوئی رہتی ہے۔۔۔ عمران نے طنز پر لبے میں کہا۔ اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ

جیسے اس کے ذہن میں برقی رد و در نہ لگتی ہو۔

کر دیا۔ جلد ہی وہ صفدر کے غلیٹ پر پہنچ گیا۔
 اس نے کارنیجے روکی اور پھر ٹیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر بڑگا
 صفدر غلیٹ میں موجود تھا۔
 لیکن عمران اُسے دیکھ کر حیران رہ گیا کہ صفدر کی شیوہ و
 موڈ اتنی دیر سے برقرار ہے۔ یہ تو دراز تھا۔
 عمران کو دیکھ کر صفدر جیسے مد کاہلی سے اٹھا اور اس نے عمران
 سے ہاتھ ملانے میں جی بے حد سستی کا مظاہرہ کیا۔
 ”کیا حال ہے عمران صاحب؟“ اس کی آواز میں شک
 کی نمایاں تھی۔
 ”ٹھیک ہے۔“ عمران نے پاٹ لہجے میں جواب دیا۔
 صفدر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔
 ”کیا بات ہے۔“ تھماری طبیعت تو ٹھیک ہے۔“
 نے پوچھا۔
 ”اے ٹھیک ہی ہے۔“ صفدر نے جواب دیا۔
 ”مومنہ۔“ عمران نے ہلکارے بھرا اور پھر دونوں خاموش
 میرے ساتھ آؤ۔“ عمران نے کچھ دیر بعد صفدر سے کہا۔
 ”کہاں جانا ہے۔“ صفدر نے پوچھا۔
 ”جہنم میں۔“ عمران نے جواب دیا۔
 ”صاف کیجیے میں یہاں مرنے میں ہوں۔ آپ خود جہنم
 جیسے جاتیے۔“ صفدر نے صاف سا جواب دیا۔
 ”پتہ؟“ عمران نے اس باب لہجے میں دہراتے ہوئے

”نہیں عمران صاحب!۔ آپ جاتیے۔“ میر کہیں جانے کا
 رو نہیں ہے۔“ صفدر اب بھی جانے سے گریز کر رہا تھا۔ حالانکہ
 پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔
 صفدر پوری ٹیم میں سب سے زیادہ چاق و چوبند تھا۔ لیکن اب وہ
 دل اور قسمت آدمی محسوس ہو رہا تھا۔ سب سے ڈرنا سا پہلا پھرنا بھی گورا
 مگر یہ یکسو کی ہایت ہے۔“ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”ایکسو کی۔“ صفدر کچھ لمحے سوچتا رہا جیسے وہ صلہ نہ کر رہا ہو
 ایکسو کی ہایت پر عمل کرے یا نہیں۔
 ”اچھا چلیں۔“ آخر اس نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”نہیں تبدیل کرو۔“ عمران نے اُسے کہا اور پھر صفدر قسمت
 اٹھا ہوا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔
 صفدر ڈیر بعد وہ کپڑے تبدیل کر کے وہیں آ گیا۔ مگر اس شیوہ میں
 ڈی تھی۔ ویسے ہی چلا آیا تھا۔
 عمران بھی اسی طرح اٹھا ہوا اور چہرہ دہانے کی طرف بڑھے مگر ہالک
 حد کی نظر دیوار پر موجود ایک چھپکلی پر پڑی اور اس کے چہرے کا رنگ
 بڑھ گیا۔
 ”نہیں عمران صاحب! چھپکلی کہیں کاٹ نہ لے۔“ صفدر
 خدا دہاں سے کہتا تھا۔
 ”چھپکلی سے ڈر رہے ہو۔“ بزدل کہیں کے۔“ عمران نے
 بڑبڑا اور اسی لمحے اس کے ذہن میں ایک چھٹا کا سا ہوا۔ اس کے ذہن

تم تیار ہو جاؤ۔ کافی دنوں کے بعد تمہیں ورزش کا موقع ملے گا۔ میں اسی آ رہی ہوں۔ عریان نے کہا اور ریسور کہہ دیا۔ صفدر اس کی کنگھی سے لائق سر جھکاتے دیکھتا تھا۔

ابھرا آصفند! — تمہارے چہرے پر ایک آپ کر دوں — عمران نے اسے ڈرپ سنگ روم کی طرف چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ صنفہ ناموشی سے اٹھ کر عمران کے پیچھے چل دیا۔

ڈریگ دوم میں پہنچ کر عمران نے حضور کا میک آپ کرنا شروع کر دیا اور حضور ہی دیر بعد حضور ایک خطرناک غنڈے کے روپ میں تہیج پہنچا تھا۔

اب آدم میرے ساتھ — خیر ان نے اس کے میک اپ سے مطمئن ہو گئے جو سنے کہا۔

اور پھر وہ دونوں فلیٹ سے نیچے آئے در دوبارہ کار میں بیٹھ گئے۔ جہان سیمینگ پر بیٹھا تھا۔

آپ کہاں جا رہے ہیں عمران صاحب؟ — مندر نے پہلی بار سوال کیا۔

ایک نہایت ضروری تجربہ کرنا ہے۔ — غم کے جواب دیا۔

خبرجہ ۱۔ لیا خبرجہ ۲۔ عہدہ نے جو تک کر دیا۔
 تم اچھی نہیں سمجھو گے۔ بعد میں نہیں ہر چیز کی تفصیل بتاؤں گا۔

جلد ہی عمران کی کاروائی منزل کے گیت پر پہنچ کر ٹھہر گئی۔

میں نے اپنے اتر کر کال ہیل کا ہٹن جیادیا اور پندہ ہی ٹھوں جندہ پھاٹک کھل گیا۔

میں سلطان کی باتیں، بیگمیں اور ساتھ ہی کار ڈرائیو کرتے ہوئے حور
کا خوف جو اُسے محسوس ہوا تھا وہ بھی اس کے ذہن میں آیا۔ اور اس
کی حالت بھی اس کے سامنے تھی۔

صغیر جو تہائی مہوار اور دلیر ایجنٹ تھا اس وقت ایک تجربہ
سے خوف کھارہ تھا۔

حضرت! کیا تم نے رب الوہی سے ایسا ہے؟ — ۶ عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

”رہو اسرار“ — صفدر بزمِ خورشید ہو گیا۔
 ”عزراں صاحب“ — اس کا نام نہیں — مجھے خوف آتا ہے۔

کہیں اتفاقاً کہیں گیا تو میں سر جھانکوں گا۔۔۔ صفدر کی مکمل طور پر کچلا چکی تھی۔

”اچھا میرے ساتھ آؤ“ — عمران نے کہا اور پھر وہ دونوں بڑا
اتر کر کار میں آ بیٹھے۔

عمران نے کہا کہ ڈر پڑ کرنا شروع کر دی۔ اس کا رخ اپنے
کی طرف تھا۔ اس نے منہ کی بڑی حرکت کرتے ہوئے اپنا چہرہ دکھ
وا تھا۔ جلد ہی وہ اپنے فلیش بکس پر ہنسی لگا۔

صفحوں کو خوب سے پر مینے کا اشارہ کر کے وہ ٹیلیفون کی طرف ہر
بے اختیار ڈاکل گئے۔ بعد ہی سلسلہ مل گیا۔

میلے کون ہے؟۔ دوسری طرف سے ہرزئی کی آواز آئی۔

یہیں ہیں۔ عزان کی آواز سن کر جہنم کی پکار سنائی دی۔

شہ جوزف کھڑا تھا۔
 جوزف اس وقت باقی ماندہ اپنی مخصوص ہردی میں تھا۔ دونوں لایڈز
 میں شکے ہوئے سائروں میں رہا اور صاف نظر آ رہے تھے۔ عمران کی کار
 دیکھ کر اس نے چانگ کسکے طور پر کھول دیا۔
 عمران دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور پھر اس نے کار چانگ
 میں داخل کر دی۔
 پوریا میں کار روک کر عمران نے صفدر کو نیچے اترنے کا اشارہ کیا۔
 وہ دونوں نیچے اتر کر آگے بیٹھے جیسے ہوئے مخصوص مکے کی طرف
 بڑھے۔ جوزف بھی اس دوران چانگ بند کر کے واپس آ گیا۔ وہ بڑی
 حیرت سے صفدر کو دیکھ رہا تھا۔
 مخصوص کرے میں پہنچ کر عمران نے صفدر کو کونے میں لگے ہوئے
 صوفے پر بیٹھنے کے لئے کہا۔
 جوزف کمر سے باہر ہی رک گیا تھا۔
 صفدر کو دوڑیں بھاگ کر عمران کرے سے باہر آیا اور اس نے جوزف
 کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ کافی دور جا کر وہ روک گیا۔
 "جوزف۔ کیا تم تیار ہو؟" عمران نے پوچھا۔
 "یہ ہاں!۔ اس وقت میں قادم میں ہوں۔ آپ کا فون
 مٹے ہی میں تھے پوری تین جوتیں اکٹھی پائی ہیں؟" جوزف نے
 مسرت جہ سے کہنے میں جواب دیا۔
 "سنو!۔ مخصوص کرے میں جوزف بیٹھا ہو رہا ہے اس کی خوب
 پائی کرنی ہے۔ لیکن خیال رہے کہ کوئی تعذر ناک چوٹ اسے نہ لگے

اور وہ چاہے کچھ ہی کہتا رہے۔ جب تک میں اشارہ نہ کروں وہ نہیں
 روکتا۔ ہاں!۔ ایک بات کا خیال رہے کہ یہ مڑانی موٹر لی اور خاص طور
 پر بانگ کا ماہر ہے۔ یہ نہ ہو کہ وہ اس تہائی پٹی کی کرے۔"
 عمران نے اسے بھگاتے ہوئے کہا۔
 "ہاں!۔ آپ جوزف دی گریٹ کی توہین کر رہے ہیں۔ آپ
 حکم کریں تو میں لگے ادا کر کے اس کی ہڈیاں توڑ دوں۔" جوزف نے غصے
 لہجے میں کہا۔
 "یہاں میں۔ زیادہ جوش میں آنے کی ضرورت نہیں۔ اور اہل ملو!
 جب تک میں نہ بلاؤں تم یہیں صبر کرو۔" عمران نے کہا اور پھر وہیں
 مخصوص کرے کی طرف بڑھا گیا۔
 صفدر صوفے پر خاموش بیٹھا تھا اس کے انداز نشست سے یہ
 محسوس ہوا تھا کہ جیسے وہ ہر چیز سے تعلق نہ رکھتا ہو اور اس کی حیثیت ایک
 اجنبی سے زیادہ نہ ہو۔
 "صفدر!۔ خیر سنو!۔ ایک ٹوٹے اس ہر تہا کر اور ایک
 عجیب و غریب ڈیوٹی لگا ہے۔ تم بانگ کے مڑانی موٹر لی میں ماہر
 ہو۔ ایک ٹوٹے جوزف پر ایک تجربہ کرنا پڑا ہے اور وہ تجربہ اس صورت
 میں مکمل ہو سکتا ہے جب تم جوزف کی اچھی طرح پٹی کر دو۔ اور جوزف
 کو قطعی معلوم نہیں جوتا چاہیے کہ تم وہ اس کو نہ ہو۔ میں جوزف کو
 اندر لاؤں گا اور پھر صوفے پر بیٹھیں گے اس پر پٹی پڑا۔ درجب تک
 یہ اشارہ نہ کروں اس کی خوب پائی ہوئی چاہیے۔" عمران نے صفدر
 کو بچان سمجھاتے ہوئے کہا۔

”نہم۔ مگر عرف صاحب! میں تو نہیں دوسکتا۔ مجھے
لڑائی سے خوف آتا ہے۔ جہزف کا ایک ٹکڑی میری ٹہریں توڑ دے گا۔ آپ
مجھے معاف کریں اور خود جہزف سے لڑ لیں۔“ صفدر لڑائی کا نام
سننے ہی گھبرا گیا۔ اس کی آنکھوں سے استہیائی خوف کے آثار نمایاں تھے۔

”گھبراؤ نہیں۔ جہزف کی پٹائی ضرور دی ہے۔ اور یہ تو ہمارے ہی
ہاتھوں میں ہے۔ ایک ٹکڑا کٹ کر ہے۔ اس سے تمہیں یہ کڑی سی
پڑے گا۔“ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں عمران صاحب! میں نہیں دوسکتا۔ مجھے لڑائی سے
خوف آتا ہے۔ میں ایک ٹکڑے معافی مانگ لوں گا۔“ صفدر اچھی
ٹھیک دڑتے پڑے تھا۔ لڑائی کے نام پر ہی اس کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔
”نہیں تمہیں لڑنا پڑے گا۔ ورنہ ایک ٹکڑا تمہیں گولی مار دے گا۔“
عمران نے غصے سے کہیں کہا۔

”گولی مار دے گا۔“ صفدر ایک دم گھبرا گیا۔ وہ مکمل طور پر حواس
بانتہ ہو چکا تھا۔

”اے! اس نے مجھے یہی کہا تھا۔ اور تم جانتے ہو کہ ایک ٹکڑا اپنی ضد
کا کٹنا پکنا ہے۔“ عمران نے، سے مزید دھمکاتے ہوئے کہا۔

”چھوڑنے سے بہتر تو یہی ہے کہ میں جہزف سے لڑ لوں۔“ صفدر
نے بڑے خوف کی نسبت چھوٹے خوف کو گوارہ کر لیا۔

”اب ٹھیک ہے۔ گھبراؤ مت۔ تم ہنسائی جہزف کی پٹائی کر لو گے“
عمران نے اس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

اور پھر عمران نے دروازے سے باہر نکل کر جہزف کو کمرے میں آتے

کا اشارہ کیا۔

وہ عجیب ڈر اور ترس کر چکا تھا۔ جہزف اور صفدر کی لڑائی اور وہ بھی
بلا مقصد۔ جہزف تو عمران کے اشارے کا منتظر تھا۔ جوش سے اس کے
بازوں کی پمپلیاں جھڑک رہی تھیں۔ لڑائی کا نام سننے ہی اس کی آنکھوں
میں سرخی آگئی تھی۔ وہ تیر کی طرح کمرے کی طرف ہٹا۔

”جہزف!۔“ لڑا پاتا کر رہا تھا۔ عمران نے جہزف سے کہا۔
”اور صفدر بھی صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر
بکلی سی سرخی دوڑ گئی تھی۔

عمران الہیان سے ایک طرف صوفے پر بیٹھ گیا۔
جہزف چنٹنے تو بغیر صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اور چہرہ بکلی
کی طرح تڑپا اور دوسرے لمحے صفدر الٹ کر کمرے کے بائیں کونے میں جا پڑ
اس کے منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔ جہزف نے براہر پر لٹ بکسا مارا تھا۔
اب صفدر بھی ذرا تیزی سے اٹھا اور چہرہ قدم بہ قدم ہٹا کر کمرے
کے درمیان میں کھڑے جہزف کی طرف بڑھا۔

پچھلے صفدر قریب آیا۔ جہزف نے اس کی ٹاک پر ہنچ لہا، چا بانگ
صفدر نے تھوڑا سا پیلو ہلا اور پھر جہزف کے پیٹ پر زور سے ٹکڑے
مارا مگر صفدر کے کچے کا جہزف پر ترقی برابر ہی اثر نہ ہوا۔ اور عمران
صوفے پر بیٹھا دیکھ، ہاتھ کا گڑھ صفدر کے منہ بڑی مہارت سے مارا تھا
مگر اس کے منہ میں جان ہی نہیں تھی۔

جہزف کے لئے صفدر کا یہ مکہ بارود میں چگاری کے مترادف تھا
پھر جہزف کے بازوؤں نے پنڈولم کی طرح حرکت کرنی شروع کرنی اور

صنوبر چہرے پر پڑنے والے بڑا قد مکوں سے اپنے آپ کو نہ بچا سکا۔
 بد وہ دن پر اتر آیا تھا اور وہ آگے بڑھ کر جوزف کو ضرب لگانے کا
 بہانہ صرف جوزف کے مکوں سے بچنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔
 اچانک جوزف نے پوری قوت سے اس کی بائیں ٹیلی پر کھڑی جیتھ
 کی ضرب لگائی اور صنوبر بے اختیار آگے کی طرف جھک گیا۔
 دوسرے دن جوزف نے پوری قوت سے اس کی کپڑی پر ایک ٹوک
 جھڑوایا اور صنوبر ایک بار پھر خوش پہنے پر مجبور ہو گیا۔
 اس دفعہ صنوبر سے محتاشی نہیں لگا۔ اس نے ایک دو دفعہ اٹھنے
 کی کوشش کی مگر جوزف کے برٹ کی بھر پور تھوکر نے اسے دوبارہ ڈیوہ
 کر دیا۔ غرور ہے جس و حرکت ہو گیا۔
 جوزف بہت اگل پن کی مدد کو چھوٹے لگا تھا۔ اس نے صنوبر کے
 جسم پر ٹوکروں کی بارش کر دی۔
 معترضہ جوزف!۔۔۔ بس کرو کافی ہو گئی ہے۔۔۔ عمران نے اچانک
 جوزف کو روک دیا۔
 اور جوزف یوں رک گیا جیسے چلتی ہوئی مینین ایک دم رگ جاتی ہے
 "بس۔۔۔ آپ تو کبھی سمجھتے تھے کہ بڑا خطرہ کاک خنڈ ہے اور لڑائی بھڑائی
 اور کاک خنڈ کا ہر ہے۔۔۔ مگر یہ تو قطعی بزدلی ہے۔۔۔ اسے تو رونا
 بھی نہیں آتا۔۔۔ جوزف نے شکایت میرے بلے میں کہا۔ اس کے
 چہرے پر ایسے اثرات تھے جیسے اسے اس لڑائی میں قطعی غلط مذا کیا ہو۔
 "نوابہ بائیں سمت کر دو۔ اسے اٹھاؤ اور میرے پیچھے آؤ۔"
 عمران نے جوزف سے کہا اور پھر خود کمرے سے باہر نکل آیا۔ جوزف نے

یہ سامنے بنا تے ہوئے آگے بڑھ کر بیہوش پڑے ہوئے صنوبر کو اٹھا کر
 کندھے پر لاداد اور پھر عمران کے پیچھے چل دیا۔
 عمران دانش مندی کے تہہ خانوں میں اترتا ہو اپنی مضمونی تجربہ گاہ
 میں آیا جو جنت جہاں کے پیچھے آ رہا تھا کمرے میں اگر رنگ گیا۔
 "اسے نہ بڑھاؤ۔۔۔ عمران نے بھارت سے کہا کہ جوزف نے
 کمرے کے درمیان میں پڑی ہوئی میز پر صنوبر کو لٹا دیا۔
 "تم اب جاؤ۔۔۔ عمران نے جوزف سے کہا۔ اور جوزف خاموشی
 سے باہر چلا گیا۔
 جوزف کے بلنے کے بعد عمران نے تجربہ گاہ کی ایک سائیڈ میں پڑا
 برائیلیفون کا ریسیور اٹھایا اور پھر اس کے لفٹ فون کرنے شروع کر دیتے
 جلد ہی رابطہ مل گیا۔
 "ظاہر!۔۔۔ میں عمران بول رہا ہوں۔ فوراً دانش منزل پہنچو۔۔۔
 عمران نے صرف اتنا کہا اور ریسیور رکھ دیا۔
 اب وہ بیہوش صنوبر کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے صنوبر کے سینے پر
 ہاتھ رکھ کر اس کے دل کی دھڑکن کا اندازہ لگایا اور پھر مطمئن انداز میں سر ہٹا دیا
 نصیب کی کرفی بات نہیں تھی۔
 پھر وہ سائیڈ ٹیبل پر پڑی سوئی لفٹ دواؤں کی بوتلوں کی طرف
 بڑھا۔ ابھی وہ سائیڈ ٹیبل کے قریب ہی گیا تھا کہ کھانک اس کی کلاں میں
 گلی کی سرسراہٹ ہوئی۔ اس نے چونک کر اپنی بائیں کلاں کی طرف دیکھا
 اس کی کلاں میں بندھی ہوئی گھڑی کے ڈائل میں ایک سرخ نقطہ بار بار
 جل بکھرا رہا تھا۔

دیا کرو۔ اور۔۔۔ عمران نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”بہتر سرا۔ میں ابھی جاتا ہوں۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے
ڈائیگم نے جواب دیا۔

”اور اینڈ آل۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ مین و بکر رابطہ ختم
کر دیا۔

رابطہ ختم کر کے عمران دوبارہ سائیکل مین کی طرف بڑھا۔ اس نے
ایک شیشی اٹھا کر اس کے نیل کر بفر دیکھ اور پھر واپس صدر کی طرف
بڑھا۔ اسی لمحے دروازے پر بلیک زبرو نمودار ہوا۔ اس کے چہرے پر
تشویش کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے وہ عمران کے اس طرح اچانک بلانے
پر پریشان ہو گیا ہو۔

”آؤ طاہر۔۔۔ عمران نے اسے دروازے میں ہی رکتے دیکھ کر
کہا اور بلیک زبرو اندر آگیا۔

”یہ صدر ہے؟۔۔۔ عمران نے صدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
”کیا یہ ایک آپ میں ہے؟“ بلیک زبرو نے سوال کیا۔

”ہاں۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”مگر اسے ذمہ کس نے کیا ہے؟“ بلیک زبرو، صدر کی حالت
دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ اس کا تمام چہرہ سوچ گیا تھا منہ درناک سے
خون دس رہا تھا۔

”جو زف نے؟“ عمران نے جواب دیا۔

”جو زف نے؟“ بلیک زبرو اچھل پڑا۔

”مگر کیوں؟“ اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سوال کیا۔

عمران نے دن مین کو مخصوص انداز میں کھینچا اور گھڑی کو کان کر
قرب لے آیا۔

”ہیلو ڈائیگم سلیگ۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے ڈائیگم
آواز نہ لے رہی۔

”میں۔۔۔ عمران سلیگ۔ اور۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔
”سرا۔۔۔ میں نے نو آکر فائدہ رشید کا تعاقب کیا اور۔۔۔
سے تکصیل سے تمام پڑھ دی۔

”ہو نہ ہو۔۔۔ فوجی چھاؤنی میں تمہارا کوئی دوست رہتا ہے۔ اور
عمران نے سوال کیا۔

”میں کس۔۔۔ وہاں کئی گھڑی آفیسر میرے دوست ہیں۔ اور
ڈائیگم نے جواب دیا۔ ویسے اس کے بچے میں عمران کے اس اڑکھے ہا
کی بنا پر حیرت نہ فٹ جھک رہی تھی۔

”ٹھیک ہے۔ تم ان میں سے کسی دوست سے جا کر طو۔ اور پو
چھو پورے کر دو کہ اس کی ذہنی حالت کیسی ہے۔؟ خاص طور
اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ وہ جنگ کے متعلق کچھ خیالات رکھنا
ہے۔ اور۔۔۔ عمران نے اُسے ہدایت دی۔

”سورہی بس!۔۔۔ میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ اور
دوسری طرف سے ڈائیگم نے معذرت، مزید لپٹے میں کہا۔ ویسے اس نے
بچے سے صاف نہیں تھا کہ وہ عمران کی اس عجیب و غریب ہدایت پر
چھو کر رہ گیا ہے۔

”میں اپنے اٹھ دوہر لے گا وہی نہیں۔۔۔ جیسا میں نے کہا ہے

”صفدر کو میں ایک آپ کر یہاں لے آیا۔ اور پھر جوزف اور صفدر میں لڑائی کرائی۔ نتیجے میں اب یہ یہاں موجود ہے۔“
 عمران نے اسے تھکھیل بتلائی۔

”مگر بلیک زیرو کے ذہن میں ابھی تک ایک بڑا سا سوالیہ نشان موجود تھا۔ وہ عمران کی بات سنے سے بھی سمجھ نہیں سکا۔ جیلا جوزف اور صفدر کی لڑائی کروانے کا ذمہ؟“
 ”مگر کیوں؟“ بلیک زیرو نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

”یہ بعد میں بتلاؤں گا۔“ عمران نے جواب دیا۔
 مگر صفدر کی حالت سے تو محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے جوزف نے اس کی خوب پٹائی کی ہے۔ اور پھر باہر جوزف تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ اسے تو معمولی سی چوٹ لگ نہیں آئی۔ بلیک زیرو اب بھی حیران تھا۔ اس کے عمران کی دافنی صمت پر عمل طور پر اعتماد و اطمینان بھرا ہوا تھا۔

”اے!۔ صفدر نے صرف ایک ہتھ مار کا اور وہ بھی ڈھیلا سا۔ مگر جوزف کے اسے رونی کی طرح دھتک کر دکھ دیا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”مگر صفدر مزم کا پٹلا تو نہیں۔ یہ تو جوزف کو ناکوں پہنے جوا دیا؟“ بلیک زیرو نے اچھے برے لہجے میں جواب دیا۔

اسی بات کو دیکھنے کے لئے تو میں صفدر لڑائی کرائی ہے۔ طاہر! تمہاری اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ صفدر کی مکمل طور پر کایا پٹل چنگ ہے۔ اب یہ وہ پہلے والا صفدر نہیں رہا۔ یہ نیا صفدر کشت

کابل اور انتہائی بزدل ہے۔ جسے دیوالیہ کے نام سے موت نظر آتی ہے۔ جو ایک حقیری چھبکی سے خوف کھاتا ہے۔ جو ہر جوزف کے باغیوں میں پٹا ہے جیسے ظالم استاد کے ہاتھوں کوئی کمزور سا بچہ۔“ عمران نے جواب دیا۔

”میں اس بات کو کسی صورت تسلیم کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں۔“ بلیک زیرو نے آخر کار دہرایا۔ چنانچہ اس نے عمران کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

”میں اس کدو بڑوں۔ اچھا اب تم جاؤ۔ میری کار کی پچیس بیٹ پر ایک فائل پڑی ہے تم اس کا مطالعہ کرو۔ جب تک میں صفدر کو بخشش میں لاکر ڈرنگ کر لوں اور ساتھ ہی اس کا علاج بھی۔“ عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

اور بلیک زیرو خاموشی سے واپس مڑا اور لیس بار بڑی سے باہر نکل چلا گیا۔

۱۱ اس وقت بھی اسی لباس میں تھی مگر اس نے پہنوں پہنے سے پہلے پہن
 جوا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ اسے یہ ہوش کرنے کے لئے لہجہ اظہار کر کے یہاں لایا گیا ہے۔
 وہ پلنگ سے نیچے اتر آئی اور پھر تیزی سے بندھلاڑے کی طرف بڑھی۔ یہ
 تھی ایک اضطراری حرکت تھی۔ درخت کا سر ہے۔ اٹھا کر نئے دے یہ تو کسی نہیں
 چاہتے کہ وہ دروازہ کھلا ہوا دیکھیں اور ان کا شکار دروازہ کھلی کر باہر نکلے اور
 پھر خزاں خزاں چلتا ہوا اپنے غلیظ پر پینچ جائے۔
 دروازہ حسب توقع باہر سے بند تھا۔

جو لیا چند لمحوں تک بنو رکھ کر دیکھتی رہی، وہ شاید فرار ہونے کا راستہ
 دیکھ نہ پا رہی تھی مگر سینٹ کی مضبوط اور سپٹ دیواریں اس کا منہ پڑا رہ گئیں۔
 وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی رہیں پلنگ پر گر بیٹھ گئی۔

اس کا ذہن اپنے اس عجیب اور پراسرار خواب پر اٹھ رہا تھا۔ ابھی وہ کسی
 نیچے پر نہیں پہنچی تھی کہ اب ایک دروازہ ایک چھلکے سے کھلا۔

اور میرے سامنے ایک شین گن برآمد داخل ہوا۔ اس نے سفید رنگ کی
 دھڑی پسینہ نکلتی تھی۔ میرے پر ایک جھلسائی گئی جھجھکا۔ سانپ کے ڈیرے کا بیج
 چلو لڑکی۔

اس نے شین گن کا ٹیچ جو بالائی طرف کرتے ہوئے ٹھک نہ بیٹھیں کہ۔
 اور بالائی چپ چپ پلنگ سے اتر کر اور پھر شین گن بردار کے آگے چلتی ہوئی
 ٹھک سے باہر نکل آئی۔

یہ ایک طویل اور باری تھی جس کی چست میں جگہ جگہ مرکب بن گئے ہوئے
 تھے۔ اور تین کی تیز روشنی کی وجہ سے بالائی لہجہ نورانی ہوئی تھی۔
 "تائیں طرف چلو۔" شین گن بردار نے اسے حکم دیا۔

جو سا کر جب ہوش آیا تو پہلے تو وہ خال خالی نظروں سے اوجھل ہو کر رہ گئی۔
 پھر اس کا شعور گم ہو گیا اور جلد ہی محسوس ہوا کہ وہ لڑکی کی طرح ہر شے
 جانتی اور اسے سمجھتی تھی مگر منظر یاد آئے تھے۔

اور دوسرے دن وہ اضطراری طور پر پھیل کر بیٹھ گئی اور پھر وہ یہ دیکھ کر
 حیران رہ گئی کہ وہ اپنے فہم کے بجائے ایک چھوٹے سے کسکے میں موجود
 کردہ قسم کے فریج سے لے رہی تھی۔

حرف ایک پلنگ جس پر چوبیس خود موجود تھی۔ کسکے کی دیوار کی سپائٹ
 حرف سامنے کوٹے میں ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ کسکے میں سر کر کے
 بن جاتی۔ اس کسکے میں تیرہ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔
 جو یہ سنہ پندرہ برس پر نظر ڈالی۔

جواب فاشوشی سے داتس طرف چل دی۔

کانہ دور عکس برداری میں پہلے جو سے نہیں گن بردارنے اسے ایک ڈرائیو کے سامنے رکھنے کیے کہا۔

۱۰ اس پر دستک دو، اس نے جویا کو حکم دیا۔

اور جویا نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دروازے پر دستک دی۔

دستک دیتے ہی دروازہ کھل گیا۔

۱۱ اندر چلو، سیکین بردارنے حکم دیا۔

اور جویا اندر داخل ہو گئی۔ جویا کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ کھلنے سے بند ہو گیا۔ سیکین گن بردار ہوتی رہ گئی۔ دروازہ بند ہونے کی آواز سن کر جویا بے اختیار مڑی اور پھر دروازہ کو بند پا کر اس نے ایک طویل سانس لی یہ ایک خاص بڑا موقوفہ تھا اور اس پر کسے کسے کے درمیان میں عزت ایک کر سی موجود تھی۔

۱۲ مڑی اس کر سی پر بیٹھ کر دیکھ، یہاں تک کہ میں ایک عبادی بھر گیا۔ جویا نے حیرت سے دیکھ کر دیکھی، مگر آواز کا فرق اسے معلوم نہ ہو سکا ایسا محسوس ہوا تھا، جیسے کسے کی دو دور کی پرانیٹ سے آواز نکلی ہو رہی ہو۔ جویا سمجھ نہ سکا کہ یہی مٹی کر سی کے قریب پہنچی اور پھر وہ ڈرتے ڈرتے کرسی پر بیٹھ گئی۔

وہ کر سی پر اس امانت سے بیٹھی تھی جیسے اسے خطرہ تھا کہ کرسی پر بیٹھے کر سی ٹوٹ جائے گی۔

اس کے کر سی پر بیٹھتے ہی یہاں تک کہ کرسی کے دونوں پاؤں سے اس کے کڑے نکلے اور گھوم کر بند ہو گئے۔ اب جویا کی آنکھیں کر سی کے پاؤں سے

بڑی بیاہکی تھیں۔

دوسرے نے ایک جگہ سا گھسکا ہوا اور چھت سے تیز ٹرنا، دشمن کی ہچکچاہٹ جویا نے گئی۔ جویا اس دشمنی میں نہاس گئی۔

اور دوسرے نے جویا کو ایسے ٹھکرے ہوا جیسے اس کے تمام جسم پر پیر تیار ہی رہتے تھے جوں ساس نے بے اختیار اپنے جسم کو کھجوا چا پا۔ مگر یہ دیکھ کر اسے بے حیرت اور سادہ جی پائی ہوئی محسوس ہوئی کہ اس کے دونوں ہاتھ تو قطعی منہج ہر جگہ ہیں۔ وہ چوڑی گوشش کے باوجود بھی انھیں حرکت نہیں دے سکتی۔ روشنی بار بار اس پر چڑھتی تھی۔

اب اس کے جسم میں آگ سی لگ گئی تھی۔ اس کا جی چہ رہا تھا کہ وہ کپڑے اندر پھینکے، کیونکہ پٹرسے اب اس کے جسم کے ساتھ لگ کر اسے بے پناہ تکلیف پہنچا رہے تھے۔ مگر وہ بے حس و حرکت بیٹھے بیٹھے پہنچ رہا تھا۔ تکلیف بڑھتی چلی گئی اور بے پناہ تکلیف کے باوجود اس کے منہ سے بے اختیار نہیں نکلتے تھیں۔

اب اس کا جسم خود کی طرح دھک رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اس کے جسم میں آگ ہی آگ بھری ہوئی ہو۔ شدت تکلیف سے اس کا چہرہ گڑبگڑا تھا۔ اور انھیں باہر کر آئی تھیں۔

اور پھر ایک روشنی غائب ہو گئی۔ جویا کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ مرقی مٹی وہ بارہ ڈھک کی طرف لوٹ آئی ہو۔ تکلیف سمجھ نہ آ رہی تھی۔ اس کے جسم میں تھنڈک پڑتی میلی جا رہی تھی اور پھر اس کے دونوں ہاتھ بھی حرکت کرنے لگے اور ساتھ ہی جسم بھی۔

چند منٹوں بعد وہ بائیں ٹھیک ٹھاک تھی۔ اسے ایسا محسوس ہوا تھا کہ

- نام بتلاؤ۔ آواز اس کے کانوں میں آئی۔

حجر تکلیف آتی شدید تھی کہ اسے نام بتلانے کا ہوش کہاں رہ گیا تھا۔
اند کوئی بعید نہیں کہ اسے اس شدید ترین تکلیف میں ایسا نام ہی بھول گیا ہو۔
وہ لگا تو چٹخیں اراتی مل گئی۔ پھر تکلیف کی انتہائی شدت کی بنا پر اس کے
جوانے اس کا ساتھ بھڑے زور دیا اور وہ بیہوش ہو گئی۔

اس کے بیہوش ہوتے ہی رہبشنی ایک بار پھر غائب ہو گئی ویرانہ ایک
بہی طرف کی دیوار انہی جگہ سے کھسکی اور اس سے بچنے والے صدار سے ایک
تھاپ پش اندہ داخل ہوا۔ اس نے گھر سے سرخ رنگ کی دھوئی ہشتی ہوئی
فی اور اس کے سینے پر ایک بڑا سا بکٹر لی، اسے میٹھا تھا۔
ایک کافی پرائیج تھا جو سیاہ رنگ کی کسی چمکدار دھات سے
بنا گیا تھا۔

دو تیز تر قدم اٹھا تا ہوا بھولیا کے قریب آیا اور پھر اس نے بھولیا کو بغور دیکھا۔
دوسرے لمحے اس نے کرسی کی پشت پر گئے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا۔
بھولیا کی دونوں ٹانگیں آزاد ہو گئیں۔

اس نے دونوں ہاتھوں پر بے ہوش بھولیا کو اٹھایا اور پھر اسے یہ کہنے
ادارہ اس غلام میں چلا گیا۔

دیوار ایک بار پھر برابر ہو گئی۔ دوسری طرف ایک بیڑا سا گرہ تھا۔ وہ
اس کھسکے کے دو طرف سے ٹک کر سیڑھیاں چڑھتا ہوا گیا۔

سیڑھیاں دو طرف سے قریب ہی تھیں۔ تقریباً بیس بیڑھیاں چڑھنے کے
بعد وہ ایک برآمدہ میں پہنچا اور پھر اسے اس کے آخری کونے میں موجود دروازے
کے سامنے جا کر رک گیا۔

بیسے اے کبھی کوئی تکلیف ہوئی تھی نہ جو۔ وہ بائیں بائیں پوزیشن میں تھی معروف
اس کی ٹانگیں کرسی سے دستور میز پر ہوئی تھیں۔

وہ ایک اب جو میں سول پوچھوں اس کا صحیح جواب دینا دوسرے میکے ایک
اش سے پوچھیں اس سے، کھنٹن لیا وہ مذہب بھیلنا پڑے گا۔ آواز دوبارہ
کھسک کر گئی۔

"تم کی چوچیں چاہتے ہو اور تمہارا متہد کیا ہے؟ بھولیا نے قصے سخت
بچے میں جواب دیا۔

"ہو نہ ہو کافی دیر ہو رہی ہو ابھی تک تمہارے ہوش ٹھکانے نہیں لگے۔
آواز نے انتہائی درشت بچے میں کہا۔

"تم نے مجھے اغوا کیوں کیا ہے؟ درقم کیا چاہتے ہو؟ بھولیا نے کہا۔
"تمہارے نام کیا ہے؟" مخالف نے بھولے سوال کے جواب میں اس کے
اس اٹا سے سوسا کر دیا۔

"تھیں اس سے کیا مطلب؟" بھولیا کو بھی غصہ آ گیا۔
دوسرے لمحے ایک بار پھر وہاں سا کھٹکا ہوا اور بھولیا ایک بار پھر اسی
سرخ روشنی میں نہا ہوئی۔

گھراسن دند۔ خوشی پہنے سے زیادہ سرخ اور تیز تھی چند لمحوں بعد
بھولیا ایک بار پھر اپنی حالت میں پہنچ گئی۔ اس نے ہوشوں پر واپس جانے
اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مخاطب کو اپنی قوت برداشت دکھا
دے گی۔

عمر یہ میرا نہ تھی تکلیف جتنی ہی جلی جتنی کہ بھولیا کے منہ کو کاٹنے
نوٹ گیا۔ دوس کے سمت سے ایک طوفان چڑھ نکلی تھی۔

"کم سن" نذر سے وہی بھاری جرم آواز سنائی دی جو جولیانے نیچے کھسکے ہیں گو جنتی ہوئی سنی تھی۔

جولیانو، تھامے ہوئے نقاب پوش کسکے کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاص بڑا کمرہ تھا جس نے یہ کہنے میں ایک بڑی مینر کے پیچھے ایک عظیم سمجھ سا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ دوسرے گنجا تھا اور جس کے پریشانی اور خواہش کے بارصاف فی با س تھے۔

اس کے اشارے پر نقاب پوش لے جولیانو کو ایک صحن پر لٹا دیا۔

"سے ہوش میں رو غیر نرو" مینر کے پیچھے موجود کھٹے سے حکم دیا۔

"یس باس" نقاب پوش نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

دو پھر وہ ملوک طرح کھوم کر ایک اندازی کی طرف بڑھا۔ اس نے آستان پھرتی سے اندازی کھول کر اس میں سے ایک چھوٹی سی شیشی اٹھائی اور دوبارہ جولیان کے قریب آیا۔ اس نے شیشی کو آدھن کھول کر اسے جولیان کی ناک سے لگا دیا۔ ایک لمحے سے بھی کم عرصے میں جولیان کی آنکھیں کھل گئیں۔

نقاب پوش جولیان کے پیش میں آئے ہی ایک طرف بٹ گیا۔ اس نے شیشی بند کر کے پھر سے دوبارہ اندازی میں لگے کہ وہ ایک طرف مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"تو کی اب اٹھو" باس نے تھکے سخت لہجے میں جولیان سے کہا۔

جوہر پیش میں آنے کے بعد وہ خانی اللہ میں کیفیت میں پڑی آنکھیں جھپک رہی تھیں۔

اس کو ذرا جولیان پر بدلا سا کام کیا۔

جولیان کے کانوں میں بیٹھے ہیں یہ آواز پڑی جولیان ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئے

اب بغور باس کی طرف دیکھ رہی تھی جس کے چہرے پر کمرہ ہی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

کیا اب بھی تم اپنا نام نہیں بتاؤ گی؟ باس نے غصہ سے بھیجی سوال کیا۔

"تم پہلے بھی اسی شرافت سے سوال کر سکتے تھے۔ پھر کوئی سے بگے ہوئے

اور وہ روشنی ڈال کر مجھے تکلیف پہنچانے سے تمہیں کیا مدد؟

جولیانے سوال کا جواب دینے کی بجائے اس سوال کر دیا۔

"پہلی بار میں تھا ایک آپ چیک کرنا چاہت تھے۔ یہ بڑی بڑی زہری

آگے کے بعد جرم کا ایک آپ صاف ہو چکا تھا۔ دوسری دفعہ تمہیں حشر

فینے کے لیے تم پر بڑی زہری ڈالی گئی تھی؟ باس نے مسکراتے ہوئے اس کے

سوال کا جواب دیا۔

"زہرہ بنو بیبا خاموش ہو گئی۔

"دیکھو لڑکی تم ایک غیر ملکی ہو تمہیں اس ملک سے مدد دی نہیں ہوئی چاہیے

یہ ملک چھوٹا اور سرحدوں کا ہے۔ یہ لوگ مذہبی دیوانے ہیں۔

یہ بات میں تسلیم کرتا ہوں کہ دنیا کی دلیر ترین اور بہادر قوموں میں سے

ایک ہے اس لیے پوری دنیا کو یہ خطرات لاحق ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے اختلاف بھار

کو متحد اور خوشحال ہو گئے اور انھوں نے اپنی فوجی طاقت بڑھائی تو یہ چھوٹا ملک

پوری دنیا کے لیے کسی بھی وقت خطرہ بن سکتا ہے۔ وہ ہم، یہاں نہیں چاہتے

اور تمہیں بھی ایسا ہی چاہنا چاہیے؟ باس نے جولیان کے سامنے ایک چھوٹی

سی تقریر کر ڈالی۔

جولیان خاموش بیٹھی کچھ سوچی رہی۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ ایک

اس کے ذہن میں ایک نئی فکر کی شکل گھٹی ہوئی ہو۔

"لوکی میری بات کو جواب دو" ہاس نے قد سے ٹھکانہ لہجہ میں چلیا کہا۔
 "ہاں تم صبح کب سے ہو گئے۔"

جوبانے کچھ ہنسی کے ساتھ اپنی بات نامکمل چھوڑ دی۔
 "گرنگی یہاں تنہا کس نہیں۔ تم شاید سوچ رہے ہو۔ اور اس ملک کے
 علاقہ اس خط میں دیکھ کے تمام ملک شام میں۔ تمہارا ملک بھی ہمارے ساتھ
 ہے اس سے غائب ہے۔ اس ملک کے باشندہ ہونے کی وجہ سے تمہارا فرض
 ہے کہ تم ہماری دیکھو۔ ہاس نے اس کی ذہنی کارپا چٹنی شروع کر دی۔

"مگر کیا، بدوگرستی ہوں میں ایک سب سے بڑی ہوں۔" جوبانے
 اس کے مذاق سے متاثر ہوتے ہوئے جواب دیا جیسے اسے اچانک احساس
 ہو جو کہ وہ اپنے اصلی وطن سے غلامی کر رہی ہے اور اس مذہبی ملک میں
 اپنا وقت ضائع کر رہی ہے۔

"ویری گڈ تم نے واقعی صبح سویرا ہے۔ ہاس میری سطح کو عبور دیکھ رہا تھا۔
 اور دوسرے لمحے جوبانے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اس کے سامنے کھلی ہوئی
 میری سطح ایک سکریں کی طرح روشن تھی اور اس میں مختلف کھیریں بھری
 کی طرح کوئڈ رہی تھیں۔

"تمہارا نام؟" ہاس نے اس دنہ پھر نام پوچھا۔

"جوبانہ، فرڈلانڈ۔" جوبانے نے بڑی سادگندی سے جواب دیا۔
 اس نے جیسے ہی جواب دیا میری روشن سطح پر ایک کھیر بھری اور جوبانی
 میں گئی۔

"کیا تم سیکرٹ سروس میں کام کرتی ہو؟" اس نے دوسرا سوال کیا۔
 "نہیں، جوبانے نے دہرایا جواب دے دیا۔

"جوبانہ، تمہارا جوبانہ میں جوبانہ کی صحبت مانگ منوریتا ہوں۔ ہاس
 میری دیکھتے ہوئے بگڑ گیا۔

"میں صبح کب رہی ہوں۔" جوبانے جواب دیا۔

"تم کیا سمجھتی ہو کہ مجھے کچھ پتہ نہیں۔ تمہارے ذہن میں پیدا ہونے والا ہر
 اور وہاں وقت میری سطح پر نظر آ رہا ہے۔" ہاس نے غریبہ سے کہا۔
 اور جوبانہ تنہا کر رہی تھی۔

"اب سچ سچ بتاؤ۔" ہاس نے دوبارہ نرم سے ہی سوال کیا۔

"ہاں میں سیکرٹ سروس میں کام کرتی ہوں۔" جوبانے اس بار دعویٰ بھری۔

"حیرت ہے اس ملک کے لوگ، انتہائی بدوقوف ہیں کہ ایک غیر ملکی کو پچی
 سیکرٹ سروس کا ممبر بناتے ہیں۔" ہاس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اس کے الفاظ جوبانہ کے کانوں میں پڑ گئے اور جوبانہ دھڑکے سے بگڑ گئی۔

"جی بدوقوف نہیں بلکہ وہ ہم لوگوں کی ذہانت سے ناکورہ تھکتے ہیں۔ جوبانہ
 نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اچھا اب تم سیکرٹ سروس کے متعلق تفصیل سے بتاؤ میں
 تفصیلی معلومات چاہتا ہوں۔" ہاس نے اسل ورپ پٹل کوڑیا۔

"سیکرٹ سروس میں مختلف گروپ ہیں۔ ہر گروپ ایک دوسرے سے علیحدہ
 رہتا ہے اور کام کرنا ہے کسی گروپ کو دوسرے گروپ کے ممبران کے متعلق
 علم نہیں ہوتا۔ ہر گروپ کا اپنا ہی طے شدہ ہوتا ہے۔"

"ہو نہ ہو یہ ایک نئی اطلاع ہے۔ اس سے پہلے تو میں نے گروپ بندی کے
 متعلق نہیں سنا۔" ہاس کے پیچھے آجین نمایاں تھی۔

ویسے میری سطح پر کچھ بھرتی ہوئی تھی۔ انہیں بتا رہی تھیں کہ جوبانہ ٹھیک

"جہیں باوجود سخت کوشش کے آج تک معلوم نہیں ہو سکا، جو یہ سنے
انہیان سے جواب دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم سیکرٹ سروس میں اتنا اہم علاوہ رکھتی ہو اور
تھیں چیف کے متعلق علم نہ ہو؟" اس کا جواب مشکوک تھا۔
جیسے اسے جواب کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

"میں صحیح کہہ رہی ہوں، آپ چیک کریں؟" جواب نے جواب دیا۔
چیک سے اس کا اشارہ اس قدر بڑھ گیا کہ شین کی طرف لگا جو یقیناً منظر
میں فٹ ہٹی اور جس کی سکریٹ میر کی سطح کو نہایت گہرا کیا تھا۔
"عملاتی سیکرٹ سروس میں کیا پوزیشن رکھتا ہے؟"

"اس نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوبارہ سوال کیا،
"عمران ہماری سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں۔" اس اس سے کبھی کبھار غصا کا
ظہور پر کام لیتا ہے اور اسے "جواب دے جواب دیا۔

"تم تھاری سب باتیں ہی اطلاعات پر مبنی ہیں۔ جہیں تو معلوم ہو تھا کہ
عمران سیکرٹ سروس میں اہم پوزیشن رکھتا ہے؟" اس نے بگھے ہوئے سہجے
میں جواب دیا۔

"بہر حال جو کچھ میں جانتی تھی آپ کو بتا دیا ہے۔ اب آپ اس پر یقین کریں
یا نہ کریں؟ آپ کی مرضی ہے یا جواب دے کر بٹے، انہیان سے جواب دیا۔

"اگر تم تھیں رہا کروں تو کیا تم سیکرٹ سروس کی آئندہ سرگرمیوں کے
متعلق ہیں اطلاعات بتا کر ہی رہو گی؟" اس نے پوچھا۔

"آخر وجہ یہ ہیں کیوں آپ کو اطلاعات بتا کر دیں؟" اس نے اس سے کی
متعلق ہے آپ مجرم ہیں اور یقیناً اس ملک میں مجرم نہ سرگرمیوں میں مصروف

کہہ رہی ہے کیونکہ جواب اب تمام بڑے سرچرچہ کی تھی اس لیے اس کی دہائی ہوئی
مخصوص ذہنی ٹریننگ اس وقت کام آ رہی تھی جو لینے دینے کی تمام
فوق کو بڑے کارآمد سے ہوئے اپنے تمام اندر اس بات پر ڈال دیا تھا۔ باقی
ہر قسم کا خیال ذہن سے صرف غلطی طرکٹ آیا تھا۔

"تم کوٹ سے گروپ میں ہوا اور تھاکے گروپ میں کتنے ممبر ہیں؟" اس
نے سوال کیا۔

"میسٹر گروپ میں میسٹر علاوہ صرف تین اور آدمی ہیں جب بچے اغوا
کیا گیا تو وہ نیٹوب وہیں موجود تھے۔" جواب نے جواب دیا۔

"ہونہر؟" اس نے چند لمحوں کے بعد پوچھا۔
پھر اس نے دوسرا سوال کیا: "تھاکے کیا خیال ہے سیکرٹ سروس میں
اور کتنے گروپ ہوسکتے؟"

"صحیح تعداد کا تو علم نہیں البتہ میز افزاء ہے کہ اس کے قریب گروپ
اور ہوں گے؟" جواب نے جواب دیا۔

"اور تھاکے گروپ کا انچارج کون ہے؟" اس نے پوچھا۔
"میں خود انچارج ہوں؟" اس نے جواب دیا۔

"وہ تم گروپ انچارج ہو۔ اس کا مطلب ہے تھاکے چیف تم پر کافی سے
زیادہ اعتماد کرتے ہیں؟" اس نے چونک کر سوال کیا۔

"جی ہاں؟" جواب بھلا اور کچھ جواب دیتی۔
اس نے صرف جی ہاں کہنے پر اکتفا کیا۔

اور سیکرٹ سروس کا چیف اس کیسے کون ہے؟ اس نے وہاں اس نے اپنے
بچے پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

ہو گئے ہیں آپ کو ملاقات ہمارے کہ آپ کی حیرانہ زندگی کا ساتھ کیوں دوں۔
جو بیان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"دیکھو وہی مجھے سختی پر مجبور کر دے گا۔ میں اگر چاہوں تو ایک لمحے میں تھوڑی
شد و رک کاٹ سکتا ہوں؟" اس نے سخت جھجے میں جواب دیا۔
جو کچھ میں جانتی ہوں وہ اس نے کچھ ہی سچ بتا دیا ہے۔ اب تم کی کرنا چاہتے ہو
یا کیا نہیں، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔" جواب نے جھجے میں سختی پیدا
کر لئے ہوئے کہا۔

"میں ایک بار پھر کہتا ہوں خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو یا تو ہذا ساتھ دو
وگرنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" اس نے زور فٹہ میں کہا۔ اس کے جھجے
سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی بات پر عمل بھی کر گزرتے گا۔

"جو موت۔۔۔ میں سیکھت مرنے کی نمبر ہوں اور تمہاری مدد کے میں
سیکھت مرنے سے غداری نہیں کر سکتی۔" جواب نے تند جھجے میں کہا اور دھڑ
لے دھڑکنے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس سے پہلے کہ وہ دعاؤں کے طرف
پھلانگ لگاتی نمبر جو ایک طرف خاموش کھڑا تھا کسی عتاب کی مانند اٹھ اٹھا
جواب پر جا پڑا اور جواب نمبر کے کھٹکے میں بڑی طرح پھنس گئی۔

"اے تمہے خانے میں سے جا کر گئی مار دو؟" اس نے سرد جھجے میں نمبر
سے غصہ ہو کر کہا اور وہ سستے نمبر کا ہاتھ اٹھا جواب کی کھٹکی پر ایک
پتھر سا چھوٹا اور جواب جوش ہو کر نمبر کے آنکھوں میں جھول گئی۔

نمبر نے تھوڑی دیر کو گارے سے اٹھا اور پھر خاموشی سے کھٹکے سے باہر نکل گیا
مختلف راہروں سے گزرتے کے بعد وہ ایک کھٹکے میں پہنچا جس کے گوشے
میں بیٹھ جیسے بچہ جاتی صاف نظر آ رہی تھیں۔ نمبر ٹوٹی جھجکیں اٹھ اٹھا کھٹکے میں

کا انتہام ایک کھٹکے میں ہوا کھٹکے کے دھارے پر پہنچ کر نمبر نے زور سے
دبلا زور سے ہاتھ مارا تو دھارے کھٹکے چلا گیا۔ سامنے دھاری تھوڑی نمبر زور زور
میں دھاریں طوفان مارا اور تھوڑی دیر میں کھٹکے کے بعد ایک کھٹکے کے سامنے کھٹکے گیا۔
اس نے اس کھٹکے کے دھارے پر پہنچ کر زور سے ہاتھ مارا تو وہ دھارہ بھی کھٹکے چلا گیا۔
نمبر کو کھٹکے میں داخل ہو گیا کھٹکے میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک جھجکے سے جواب
کو فرش پر پھینک دیا لیکن اس کے سامنے ہی سے نمبر کی آنکھیں جھرت سے پھیل گئیں
جواب کا جسم جو بنی فرش سے ٹکرتا ہوا یوں اچھل کر کھڑی ہو گئی جیسے فرش
سے سرنگ نکل اسے پہلے جواب نے جھجے میں پھنس گئی تھی بلکہ بے ہوشی کی
ایک ٹنگ کر رہی تھی۔ اور پھر اس سے پہلے کہ نمبر اُسٹنٹا۔ جواب نے اس پر چھوٹا
لگادی۔ نمبر نے ٹھٹھکی سے اپنے آپ کو بچا یا اور دوسرے ہی لمحے نمبر کی
وت پوری قوت سے جواب کی پسینوں سے غمگینی اور جواب چیتھی ہوئی کھٹکے کے
کونے میں جا پڑی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کھٹکے کھڑی ہوئی نمبر نے بھی کی
سسی تیزی سے صیب سے دیواروں نکل لی۔ دیواروں پر پھنس کر چھوٹا تھا اور
پھر وہ قدم بہ قدم چلتا ہوا جواب کے پاس آکھڑا ہوا۔ جواب کی آنکھیں دیواروں پر چھ
ہوئی تھیں اور پھر اس سے پہلے کہ نمبر ٹوٹی جھجکیں اٹھ اٹھا جواب کی کھٹکے میں آئی۔
اور دیواروں پر نمبر کے ہاتھ سے اڑا ہوا کھٹکے کے عین درمیان میں جا پڑا۔

دیواروں کے ہاتھ سے نکلنے ہی نمبر دیواروں کی جانب پھنس گیا لیکن اب جواب سے
اتنی ہمدت کہاں تھی اور دوسرے ہی لمحے وہ اڑتی ہوئی نمبر پر جا پڑی اور نمبر
کو کھٹکے میں پر جا پڑا۔ جواب بھی اس کے ساتھ ہی زمین پر گر گئی اور گرتے ہی
وہ ایک بار پھر اچھلی اور سیدی دیوار پر جا پڑی۔ دوسرے ہی لمحے وہ دیوار جواب
کے ہاتھ میں تھا۔

یہ سن کر تھا کہ اس وقت اندھرا لہیا چکا تھا۔

جوں کو خبر آئے اس وقت بھی ایک محافظ تیزی سے اس کی طرف بھاگا اور وہ ایک کادیل میں اُتار کر بھاگنے لگا۔ اسے خدشہ ہوا کہ وہ جب نہروئی تھی جو قریب محافظ اس کے قریب آکر خود بخود انداز میں ایک تو اس کے دل کو تسلی ہوئی۔ اس نے بھاگنے سے روک کر کہا کہ یہاں آؤ اور کو خاص طور پر چار دیواری بھر کر بنا تے تھے محافظ سے کہا۔

”گھاڑی لے آؤ فوراً اور یہاں تک کھلاؤ“

”بہتر سر“ محافظ نے ایک لمحے سوچ کر جواب دیا اور پھر تیزی سے واپس لڑیا۔ جوں واپس کھڑی تھی اس پر ایک ایک ٹھوکران گزرا۔ مگر کچھ لمحوں بعد ایک ٹھوکر کے بائیں طرف بنے ہوئے گیزر میں سے ایک کا دروازہ کھلا اور پھر بسا اور جگ کی گاڑی کا نل نہروئی کی طرف بڑھی۔ جوں پورچ کے قریب ہی کھڑی تھی۔ گاڑی کی اور وہ محافظ ڈرائیور تک سیٹ سے بیٹھے اترا۔ جوں ایک کمرہ انداز میں سیٹ پر بیٹھ گئی اس نے دکانہ بند کیا اور پھر وہ سلیج ڈرائیور کے گانے کی دال تھی کہ ایک اس نے مہارت سے تیز سیٹوں کی آواز کو بجھتی ہوئی سی جلیا سمجھتی کہ نہروئی کاش تلاش کی جا چکی ہے۔ سیٹوں کی آواز سن کر اس کے قریب موجود محافظ بھی بہت عجب طرح جھک پڑا۔ دوسرے لمحے جوں نے گیزر بولا اور پھر کچھ چوڑ کر گیزر میں پڑ پڑاؤ باندھا۔ گاڑی تیزی سے گئے دور کی اور پھر گزرتے ہی کو بھی میں کو سمجھتے ہوئے یہ اتفاق اس کے کانوں تک پہنچ گئے۔

”ایک عورت غیر تو اس کا پسینہ کر رہا ہو رہی ہے۔ اسے نہ انگوٹھی مارو نہ ہاتھ کی بھاری بھر کم اور غصیلی آواز سے کو بھی کہتے تھی۔

اور دوسرے لمحے جوں کی کار پر چھپنے سے ناممکن شہرت ہو گئی۔ یہ شاید وہی

فرز فوجی تھا جو بسنے نہروئی دو بار گولی چھک اس کی آنکھوں کے درمیان پڑی اور نہروئی بچ بھی نہ سکا۔ دو گولی کہیں پڑ گرا اور بس جس و حرکت ہوئی جوں تیزی سے سن کی جانب بڑھی اور پھر قریب سے اس کے گیزر سے اُتارنے لگی اور پھر اس نے اپنے بائیں کے اوپر نہروئی کا بائیں سینٹا شہر ع کر دیا۔ بائیں گارڈ کے جسم پر ڈھونڈا۔ لیکن نیچے اس کا بائیں ہاتھ کی وچر سے کسی حد تک فٹ لگا۔ نہروئی کا غائب بھی اس نے پہن لیا۔ اب وہ نہروئی کا دلچسپ دھاک چکر لگا بائیں پہن کر وہ کھسکے سے باہر نکلی اور راپڑی میں لپکتی۔

یہ ایک طویل راپڑی تھی۔ وہ راپڑی ایک واقعہ طر آئی۔ راپڑی کی راپڑی کی پٹواری کی جیب میں قابل بیعت۔ راپڑی کی ایک کمرہ تھی جس میں دو اس کے جسم میں آگئی جس میں سیرھیاں اور چار دیواری تھیں۔ واپس اسے ایک محافظ ملا۔ نہروئی کو دیکھتے ہی اس نے مڑوا ہوا انداز میں سر جھکا دیا جوں بھی اس وقت سردار چالی بیٹھی ہوئی سیرھیاں سے کہنے لگی۔ اس کے قد میں بھرتی تھی۔ اسے علم تھا کہ نہروئی بھی محافظ نے اگر غور سے اسے دیکھ لیا تو وہ چپک کر بیٹھنے گی۔ اور چونکہ جوں سے پہلے وہ عمارت سے نکل جانا چاہتی تھی۔

اس کا یہ فقرہ اس کے ذہن میں گونگ رہا تھا کہ اسے تہ خانہ میں سے جاکر گلا مار دو۔ چنانچہ اس فطر کے کیا پڑا وہ سیرھیاں چڑھتی چلی گئی۔ سیرھیاں بھی ایک کمرہ میں جا کر ختم ہو گئیں۔ اب وہ ایک اور راپڑی میں تھی۔ راپڑی میں دو ایک بائیں کمرہ میں سے کہنے لگی۔ وہ سیرھیاں بھی چلی گئی۔ سامنے ایک دروازہ تھا۔ دروازہ کھول کر جب وہ باہر نکلی تو وہ عمارت کے کپڑے میں تھی۔ ایک ظلمیٹاں عمارت تھی۔ کپڑے میں سے نکل گئی راپڑی کا محافظ بہرہ سے بچے تھے۔ سامنے عمارت کا میں گیسٹ نظر آ رہا تھا۔

لے دی تھی۔ کوٹھی پر اندھیرا چھایا ہوا تھا چونکہ رات کا وقت تھا کہ عجب میں رونڈ
لگائے گی ہوا تھا اس نے کھڑکی کی آہستہ سے کھلی چڑھائی اور پھر تیزی
سے نبرٹوں کی صفائی آ کر نزدیکی چھاڑی میں چھپادی۔ اب وہ دوبارہ جوبیلکے
دب میں تھی۔

سڑک پر اسے خامی، ٹپل، مسلسل ہوا تھی۔ اس نے کار سٹپنے کی آواز بھی
سنی تھی۔ اب وہ تیزی سے نزدیکی چھاڑیوں میں ایک تھی اور پھر اسے نزدیک
ہی چھوٹا سا کار ٹرک نظر آگیا۔ یہ شاید چونکہ کار ٹرک تھا۔ وہ دیکھتی ہوئی کوادرٹر
کی طرف بڑھی جیسے ہی وہ کوادرٹر کے قریب پہنچی کوادرٹر کا دروازہ کھلا اور پھر اس
نے ایک چنانچہ چونکہ کار ٹرک کو داخل ہوا تو اس کے قریب سے گزرتا ہوا ایک
یہی وہی دیکھ گئی اور جب چونکہ کار ٹرک کے قریب سے گزرتا ہوا ایک کھسکے پر
وہ وہی اور پھر آہستہ سے اس کے کوادرٹر میں داخل ہو گئی۔ یہ ایک کھسکے پر
مشعل کوادرٹر تھا اور کھسکے میں لٹ جلی رہی تھی۔ آہستہ سے قریب سے
ہی سیڑھیاں اور چھت پر جا رہی تھیں۔ جوبیلکے پاؤں سیڑھیاں چڑھتی پئی
گئی۔ اور پھر سیٹ چیت تھی۔ وہ آگے بڑھی اور پھر سڑک کے قریب دو چھت
پر چیت ٹیٹ تھی۔ کھسکے کے آگے سے وہ با آسانی سڑک کا نفاذ کر رہی تھی۔
وہ نبرٹوں کی کار کو با آسانی دیکھ سکتی تھی۔

کار کے قریب ایک اور کار کی ہوئی تھی اور اس نے تین افراد کو داخل
شین میں بیٹھ کر اور آہستہ سے چلتا دیکھا۔ شاید وہ اندازہ لگا رہے تھے کہ وہ
کماں غائب ہو گئی ہے۔

تو لیا بڑے اطمینان سے چھت پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد اس نے چونکہ
کو ان سے بات چیت کرتے دیکھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ان لوگوں نے اسے اس

محفل میں جاس کے لیے کار سے کر لیا تھا۔ مگر گویا صرف باڈی میں اس کو ان کے
کے دو کچے ڈاکر سکیں۔ کوادرٹری سے چھانک کی طرف بڑھی چلی تھی اور پھر چور
پر دیکھ کر تیز رفتاری سے کار کو گھر سے دو تین محفل دوڑتے ہوئے چھانک کے
انکر دیکھ گئے اور انھوں نے اپنی مشین میں بیٹھ کر اس مگر جوبیلکے ایک تیزی
پر اس کی طرف سے وہ دوڑا اور وہ اپنا سر نیچے کر لیا۔ کار کو ان کے سے ٹکے ہوئے
کی طرح چھانک کی طرف بڑھی اور اس کو اندر سے گولی مارنے کی بجائے بائیں چھان
میں صاف ہو گئے۔ دوسرے نے ایک ٹونگ دھانک ہوا اور چھانک ڈال
نیچے جا پڑا۔ جوبیلکے کار ایک زبردست جھٹکا کی کڑکوتھی سے باہر نکل گیا
اس پر پیچھے سے یکستور نامزدنگ ہوا دی تھی کار کا چھل شیشہ ریزے ریزے
ہو چکا تھا۔ گھر سے باہر کو کوئی ایک نقصان نہیں پہنچی تھا جس سے کار
جاتی۔ سڑک پر آہستہ ہی اس کے ٹاپ گیزر لگا یا اور پھر کار نقل سپیڈ پر چھوڑ
کا رہی اور خاص حال تو رہی تھی۔ عمارت سے نکل کر مڑنے ہی اس نے ایک فلا
پر غور فرمائی تھی اور پھر آگے بڑھ کر دیکھ کر اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ
وقت سو گھنٹہ میں ہے۔ کوئی دور کرنے کے بعد اس نے سڑک پر چڑھا جاتا
تو دیکھ کر اسے تعجب کا فضا تھا اور وہ نہایت جلدی پورا ہو گیا اسے ذہن
اپنے پیچھے ایک گاڑی کی بڑی ٹیسٹ نظر آئے تھیں جو کوئی تیزی سے آ رہی
قریب آئی۔ بڑی تھی۔ ایک جوبیلکے ایک بائی روڈ پر کار کوادرٹری اور پھر
دوسرے نے اس کے کوادرٹری سے بیک لگا یا اور دروازہ کھول کر
پھلنگ لگا دی اور پھر وہ دوڑتی ہوئی صفحہ کوٹھی کے چھانک کی طرف بڑھی
اسے چھانک کی ذیلی کڑی کی مشین نظر آئی تھی۔ دوسرے نے کھڑکی چھانڈ کر
فکس گئی اور اس نے کھڑکی اندر سے بند کر دی کھڑکی سے لگی ہوئی وہ تیز تر

ایک کوئی بات کی اور پھر وہ سب دونوں کا دل میں سوار ہو گئے اور کالیا ہمارے
موز کو وہ دیکھ کر بڑے بڑے ہو گئے۔

جواب کافی دو تھک ان دونوں کا دل کو جانتے دیکھتی رہی اور پھر بڑے
آرام سے اس نے بھیت کا کمرہ چکر کر اپنا جسم نیچے لٹکایا اور پھلانگ لٹک
دی۔ ایک بلکا سا دھماکا ہوا اور بڑے بڑے مرکز پر پڑی۔

نیچے گرتے ہی وہ تیزی سے، مٹی اور پھر قریب ہی ایک درخت کی آڑ میں
میں ہو گئی۔

پتہ میں تھک سانس بڑا کر کے بعد وہ درخت کی آڑ سے نکل
اور پھر سانس کی دو کوٹھیلوں کے درمیان راستے پر چل دی یہ وہ مرکز کے ریلے
کے نیچے نہ گئی یہ کہیں نہ تھک کر نہ دلے آگے جا کر نہ تھک گئے ہوں اور ان
کا پردہ گرام یہ نہ ہو کہ ان کو جاننا دیکھ کر وہ اپنی پناہ گاہ سے نکلے اور وہ اسے
قریب کر لیں۔

تھک کوٹھیلوں کے نیچے سے نکلتی ہوئی وہ ایک ٹرینک سے بھر لی ورنہ
پر چاٹھی، جلدی سے ایک فیل ٹیکسی مل گئی۔

"کنگ ہوں چوڑا اس نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔
اور ٹیکسی چل دی۔

جواب اس لیے اپنے نیٹ پر نہ گئی تھی کہ وہ جانتی تھی کہ مجرم اب اس
کے نیٹ کی عمرانی کر رہے تھے۔ کنگ ہوٹل میں ایک شو کی طرف سے ایک کمرہ
ہمیشہ سے یہ بک رہتا تھا۔ جس کی پانی ایک شخص کو ڈیلا کر حاصل کیا
جاسکتی تھی۔ یہ کمرہ اس لیے تھا کہ فوری پناہ کے لیے کام کرے سکے۔ چاہے
کو خوش تھی کہ وہ اپنے اپنی زود پر مجرم کے ہمراہ کو آڈیو سے نکلے آئے ہیں کیا
موتی تھی۔ اور واقعی یہ ایک قابل فخر کام تھا۔

یہ وہ دارالحکومت کی تاریکیاں ہیں بدترین دن ثابت ہوا۔
پر امراء طریقے سے دارالحکومت میں موجود افراد پر پالیسی اور
کھٹکی کا دورہ ہوا تھا۔ ہر شخص ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے اس کا
س ہر ایک ڈاکٹر ہو گیا ہو۔

بے شمار کارڈوں، لمبوں، رکشہ اور دیگر مشینیں سواروں کے
زائے ہوئے۔ لوگ ڈبائے کیوں بری طرح خوف زدہ ہو گئے
ہر شخص نامعلوم خوف میں مبتلا تھا۔ بے حذر سے بے حذر اور
ہر چیز سے بھی لوگ بری طرح خوف زدہ تھے۔ اور اس
اور دل شکنگی میں عہدہ پر اٹھنا ضرور تھا۔

ہر دو ہفتہ کے بعد تو بے شمار لوگوں کے مثبت حروف
رٹ فیل ہو گئے۔ ہر شخص انتہائی طور پر خوفزدہ تھا مگر ہر شخص
ماتعلف نوعیت کا تھا۔ اپنی اپنی طبیعت کے مطابق لوگ الٹی

پہنچیں اور پرندوں سے سے کر چوٹی تک سے خوفزدہ تھے۔ بہار
لوگ گھروں سے باہر نکل آئے کیونکہ بھرت یاد لیا اور گرنے کا خوف ان
پر طاری تھا۔

ہجوم اور افراد، نفسہ کی وجہ سے تمام دارالحکومت کا نظام
یکطرفہ و یکسر ہو گیا۔ سارا دن یہی حالت رہی لیکن جیسے ہی سڑک
مزدب ہوا آہستہ آہستہ خوف کے یہ جذبات ختم ہو گئے۔ اور پھر رات
گئے لوگ نارمل پوزیشن میں آ گئے۔ مگر اس دن لاکھوں آدمی انفرقہ
اور خوف، ایکسٹرنس کے ماتحتوں ہلاک ہو چکے تھے۔ پورا شہر ایک
ماتم خانے میں تبدیل ہو چکا تھا۔

ریڈیو سے لوگوں کو اطلاع دہانے کی تلقین کی جا رہی تھی۔ ایسا نہ
ہو رہا تھا آج کے دن سورج نے روشنی کے ساتھ ساتھ خوف اور
ہلاکت کی بھی بارش کر دی ہو۔

پھر وہ سب شہروں سے امداد طلب کی گئی اور پولیس اور
کارا سنے ہلاک شدہ اور زخمی افراد کو راسخوں اور سڑکوں سے
اٹھا کر مردہ خانوں اور اسپتالوں میں پہنچا یا شہر سے دور کر دیا۔

دن گزرا اب اس بات پر بھی خوف زدہ تھے کہ کہیں کل کا دن بھی
حال سے گزرے ہو۔ شہر میں چھ میگزینوں اور آٹھ اجروں کا طوفان
آیا ہوا تھا۔

ہر شخص ایک نئے رنگ سے اس مسئلے پر غور و فکر کر رہا
ہو۔ لوگ اسے عذاب خداوندی سے تعبیر کر رہے تھے۔ جبکہ تعلیم
فراوانی کے سائنسی اور عقلی وجوہ تلاش کر رہے تھے۔ لیکن

ان کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے ایسے حالات آج آسکیں۔
پہن نے دیکھے تو کہہ سکتے تھے کہ نہیں تھے۔
طلب اور میڈیکل کی کتابوں میں ایسی کسی دبا کا ذکر تک نہیں تھا۔
بڑے پیکروں سے مسلسل لوگوں کو پرسکون اور بے خوف رہنے کی
بین کی جا رہی تھی۔ پتا چلے گا کافی رات گئے شہر کی صفات دہرے پر سکون
ہوئی۔

پولیس اور دیگر حکام مسلسل شہر میں گشت کر رہے تھے۔ یہ
اب خطرناک ترین بحران تھا۔ میں نے پورے دارالحکومت کی بڑوں
کا کو بلا دیا تھا۔ ایک ایسا مسئلہ جو بلا جیٹل نظر آ رہا تھا۔

”مگر اس سے پہلے تو تم نے کبھی ایسی بڑولی کی باتیں نہیں کیں۔“

ٹائیسگر نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا

”اسی میں بڑولی کی کیا بات ہے۔ جان بڑا ایک کو پیاری ہوتی ہے ہم کوئی قربانی کے بجائے تھوڑے ہیں کہ اپنے سے بڑے لگاؤ اور دشمن کے سامنے آجائیں۔ اور وہ ہمیں بھیڑ بھڑوں کی طرح دیکھ کر شے کرنی احکم نے جواب دیا۔“

”لیکن اس سے پہلے ایک جنگ تم اس دشمن کے خلاف لڑ چکے ہو اور تم اور تمہارے ساتھیوں نے اپنے سے بڑے لگاؤ اور دشمن کے چلنے چڑھنے تھے۔“

ٹائیسگر نے دلیل دی۔

”نجانے وہ کیسے دن تھے۔ شاید ہم پاگل تھے۔ میں فلو گائیڈ بن گیا تھا۔ ایک غلط جذبہ ہم میں پیدا کر کے ہیں دشمن سے لڑا یا گیا بہر حال اب میرا توجہ چاہتا ہے کہ فوج کی نوکری چھوڑ کر۔۔۔۔۔“

”پنساہی کی دکان کھول لوں۔“ ٹائیسگر نے غصیلے لہجے میں اس کا فخر دکھا کر کہا۔

اور کرنل اعظم مجرب سا ہو گیا۔

”تمہارے اندر یہ جذبہ کب پیدا ہو رہا ہے کہ تم دشمن کے سامنے حقیر ہو۔“ ٹائیسگر نے پوچھا۔

”چند دن پہلے تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ہم نے کبھی اس پہلو پر سوچا ہی نہ تھا۔ مگر اب پوری چھوڑنی اسی پہلو پر سوچ رہی ہے۔“

کرنل اعظم نے جواب دیا۔

ٹائیسگر اپنے دوست اعظم کے پاس بیٹھا گنگو میں مصروف تھا اس کا یہ دوست فوج میں کرنل کے عہدے پر فائز تھا اس سے پہلے بھی ٹائیسگر کی اس سے کوئی بار فوجی زندگی کے بارے میں گنگو ہوئی تھی اور اس نے کرنل اعظم کو ہمیشہ پرچم شش اور پہلو پایا تھا۔ اس نے اکثر محسوس کیا تھا کہ کرنل اعظم دشمن کو مارنے کیلئے ہر وقت تیار رہتا تھا مگر آج تو دنیا ہی بدلی ہوئی تھی کرنل اعظم اس کے سامنے ایک خوف زدہ اور بڑول ہوئی کے روپ میں تھا۔

پہلے پہل تو اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا لیکن جب اس نے کرنل اعظم کو سنجیدہ پایا تو وہ خود بھی اس بات پر انتہائی سنجیدگی سے سوچنے لگا۔

کرنل اعظم اب جنگ سے سوزہ تھا۔ دوسرے فلوں میں کراہت اعظم موت سے خوفزدہ تھا اور یہ ٹائیسگر کے سامنے عجیب بات تھی

”اگر میں یہ کہوں کہ تمہاری یہ سوزن غلط ہے تو تمہارا کیا جواب ہوگا؟“
ٹائٹلر نے سوال کیا۔

”میں یہ کہوں گا کہ تم غلط سوچ رہے ہو۔“
 کرنل، عظمیٰ نے بغیر جھجک کے جواب دیا۔

”جھانکنی میں ہونے والا کوئی خاص واقعہ جو اس مسئلے پر روشنی ڈال سکے۔“ ٹائیگر نے حوالہ کیا۔

کر نن، عظم چند نمون تک سو چار یا۔ پھر اس نے واٹر کی ٹنگ پلانک
کا واقعہ اسے بتلایا۔
تیسگر واقعہ سن کر جھل پڑا۔

”کر کن اعظم! میں نہیں ایک مشورہ دوں۔ آج سے تم اپنی مثال
 کرنا میرا لٹاؤ، جسے کرنا پانی میں کچھ ملا جائیگا ہے۔ جس کے یہ نتائج
 تم میرے رب سے بد چکے ہو، تاہم اگر تم جواب دیا

”بہنیں — ہاں کل تھیک ہے۔ اسی خدے کے تحت پانی کا جسم نہ کیا گیا مگر اس میں کسی چیز کی علامت نہیں پائی گئی۔“

کھٹک ہے۔ تم ایسا کرو کہ یہانی کی ایک بوتل مجھے لا دو۔ میں اپنے طور پر اس کا یہیائی تجزیہ کر آؤں گا۔ یہ ٹائیگر نے بڑی پیغمبری سے کہا

چھوڑ دو دست کس چکر میں پڑ گئے ہو۔ مجھے کوئی بیماری تو نہیں لگ
 گئی کہ پانی میں اس کے جراثیم ہوں گے۔ اگر علی احکم نے بات ٹالنے
 پر سے کہا

”نہیں۔۔۔ نہ مجھے پانی کی ایک بوتل لاؤ“ ٹائیگر نے برہنہ بات
روزور سے پوچھے کہا۔

”اچھا اگر تم بعد جو قومیں لادینا چاہو، مگر کسی اعظم نے انھیں
ہونے نہ کیا۔“

اور پھر حیدر علی بعد کرائی اعظم اندر سے پانی کی ایک بوتل لے آئے۔
 یہ لوگ ارادہ اپنے تجربے کے ساتھ کہتے تھے کہ اگر یہ پانی کرائی
 اعظم نے پیتے ہوئے تھا جیسے وہ ٹائیکر کا مذاق اڑا رہا ہو۔
 راجا چچا بچے اجازت دیجئے۔ میں پھر حاضر ہوں گا۔ ٹائیکر نے پانی
 کو بوتل اٹھاتے ہوئے کہا۔

۱۱۔ مکے — غلامانِ ظلم: ”کر علیٰ اعظم نے کہا۔“

اور پھر تین گز بقی باغ میں پکڑے ان کے کاٹیج سے باہر نکلیا۔
اس نے پانی کی بوتل اپنے سرسائیکل کے پیچھے لٹکے ہوئے تھیں
میں ڈالی اور پھر سرسائیکل لے کر میدھا شہر کی طرف چل دیا۔
شہر میں داخل ہوتے ہی اسے اپنا گزڈاکٹر کے چڑا سی کاٹھا آ
گیا۔ چنانچہ اس نے سرسائیکل کا رخ سرکل روڈ کی طرف موڑ دیا۔ جلد
میں وہ ڈاکٹر خالد رشید کے مطلب کے قریب پہنچ چکا تھا
اس نے سرسائیکل شینڈل کی اور پھر کان کے اندر داخل ہو گیا۔
سامنے ہی چڑا سی سٹوں پر بیٹھا تھا۔ ٹائیکو کو اندر ادھ بڑے دیکھ کر
وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”اگر صاحب ہیں“ لائیکر نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ رہ آج صبح سے مطلب ہی نہیں آنے چڑھی

"جی نہیں۔۔۔ اور تو ایسی کوئی بات نہیں۔ میں یہی ایک بات
 تھی جس کا تعلق اس دوکان سے نہیں تھا۔
 "ڈاکٹر صاحب کی رہائش کہاں ہے" ٹائیگر نے سوال کیا۔
 "مجھے علم نہیں اور نہ ہی ڈاکٹر صاحب نے کبھی بتا دیا ہے" چچا اسی
 نے جواب دیا۔
 "ہر نہ"۔۔۔ ٹائیگر چند لمحوں پر چارہ اور اس سے پھر عجیب میں
 ہاتھ ڈال کر چند نوٹ نکالے اور چچا اسی کے ہاتھ میں ہاتھ کر دوکان سے
 باہر نکل آیا۔
 وہ جلد از جلد رپورٹ عمرانی کو پہنچانا چاہتا تھا۔

سے کہ
 "ہر نہ۔۔۔ تم نے مطلب کی کوئی بات سنی" ٹائیگر نے
 مسکراتے ہوئے چچا اسی سے پوچھا۔ اور پہلے تو چچا اسی نے غصہ سے
 دانت نکال دیئے۔ وہ پھر ٹائیگر کے چہرے پر سختی کے آثار دیکھ کر
 سنجیدہ ہو گیا۔
 "جناب۔۔۔ کل ڈاکٹر صاحب کسی کو فون کر رہے تھے۔ اس میں
 سے ایک بات میرے خیال میں آپ کے مطلب کی ہو سکتی ہے" چچا اسی
 نے کافی ہوشیار ہو چکا تھا۔
 "بتاؤ۔۔۔ مگر ذرا جلدی۔۔۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے
 ٹائیگر نے سروسلیج میں کہا۔

"ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے کوکل دارالحکومت پر غصہ کرنا ہے
 شہر پر ترین خوف کا تجربہ۔۔۔ اور اس مسئلے میں ڈاکٹر صاحب کو کوئی
 دائرہ رسائی ٹیکسٹ کے متن میں بھی بات کر رہے تھے۔ چچا اسی نے اسے
 بتایا

ٹائیگر اس کی اطلاع پر چونک پڑا۔ چند لمحوں تک وہ سوچا رہا پھر
 اس نے بتایا۔
 "وہ کسی کو کہہ رہے تھے یا کسی کے جواب میں گفتگو کر رہے تھے
 نہیں جناب۔۔۔ کسی کے جواب میں بات کر رہے تھے۔
 کوئی بات نہیں ہے۔ اس سے گفتگو کر رہے تھے۔" چچا اسی نے

کہہ دیا۔
 "اور پھر"۔۔۔ ٹائیگر نے پوچھا

برگئی۔ فرجوں نے اسکو دھتور میں لینے سے انکار کر دیا۔ اسکو کو دیکھتے ہی موت
 سے ان کے پیٹنے پھوٹنے لگ جاتے تھے۔ مرنے لیکن میں کاٹھکے پاس ہزاروں
 آئینہ اور سیاہیوں کے استغنیہ پہن گئے۔ وہ سب لوگ فری کی ڈگری بھڑکے تھے
 تھے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ شہر میں زبردست بغاوت کے باوجود ان کو عیب نہیں لیا
 یا گیا تھا۔ کیونکہ فرجوں کی اپنی حالت بھی شہر میں سے کم نہیں تھی۔

آخر ہم کیا کریں اس تمام واقعہ کی کوئی نہ کوئی وجہ تو مراد ہوگی۔ مگر ہم نے
 وری طور پر اس کا محاکمہ کیا تو پورا ملک تباہ ہو جائے گا۔ صدر مملکت نے
 بھلا کر جواب دیا۔ تمام ممبرانِ خاندانش ہو گئے۔ آخر صدر مملکت نے ایکسٹریٹ
 دیکھا۔ مشر ایس ڈی آپ کی کیا رائے ہے، صدر مملکت اب براہ راست ایکسٹریٹ

سے غائب ہوئے۔ جب تک خاموش بیٹھا تمام ممبران کی باتیں سن رہا تھا۔
 میں ڈاکٹر انور کی رائے سننا چاہتا ہوں۔ ایسٹ کوٹنے کی اکثر فری طرف
 دیکھتے رہے کہنا۔ صدر مملکت خوف ایک فطری جذبہ ہے جو کوئی وابستہ ہر
 انسان میں پایا جاتا ہے۔ یہ کوئی ایسی بیماری نہیں ہے کسی بھی ذہن سے پیدا کیا
 جاسکے۔ یہ ایک فطری امر ہے۔ آج کے بھارت اندر فری چھائی کے مشن وچوتھ
 شخص کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں مگر برا سوسرو طریقے پر ہمارے شہر میں اور
 فرجوں میں خوف کا جذبہ اپنی شدت پر پہنچ گیا ہے۔ اس کی وجوہات کیا ہیں۔
 یہ نہ ہی سائیکولوجی بتا سکتی ہے اور نہ ہی سبٹر کل سائنس۔ صرف سیرالاب ملڈ
 ہے۔ اور وہ یہ کہ دار الحکومت کی آب و ہوا میں اچانک کوئی ایسی تبدیلی آگئی
 ہے یا پیدا کر دی گئی ہے جس کے نتیجے میں یہ حالات سامنے آئے ہیں۔ مگر اس تبدیلی
 کا کوئی ٹکنا چند گھنٹوں یا چند دنوں میں ممکن نہیں۔ اس کے لیے آندہ طور پر
 تحقیقات کی جائیں۔ ڈاکٹر انور نے تفصیل سے اپنی رائے بتلائی اور پھر بیٹھ گئے۔

اصل حکام کی جنگی میٹنگ اب ان صدور میں جاری تھی۔ ممبران بھی بطور ایکٹو
 میٹنگ میں شامل تھے۔ صدر مملکت خود اس میٹنگ کی صدارت کر رہے تھے۔ میٹنگ
 میں آج کے بھارت پر گرامر کمبٹ جاری تھی۔ اس میٹنگ میں ملک کے سرکردہ لوگوں
 بھی شامل تھے۔ در ملک کا سب سے بڑا سائیکو مشٹ ڈاکٹر انور بھی میٹنگ میں شامل
 تھا۔ لیکن کوئی شخص کسی نتیجے تک نہیں پہنچا رہا تھا۔ اصل مسئلہ ہی ان کی سمجھ سے باہر
 تھا۔ وزیر دفاع نے چھائی میں داخل ملک پلانٹ میں چھائے والے واقعے سے بھی
 ہائی ممبران کو آگاہ کیا۔ اندر اس کے ساتھ ہی یہ بتلایا کہ اس واقعے کے چھائے ہی
 پانی کی سطح پر رک دی گئی تھی۔ وجہ پانی کا طغیانی لیا دھڑی میں اچھی طرح خبر نہ
 کیا گیا۔ مگر کسی بھی چیز کا سرواڑہ لگایا جاسکا۔ پانی بالکل صاف تھا اس میں کسی قسم
 سے آلودگی یا شے نہیں پائے گئے تھے چنانچہ چھائی کے طور پر پورٹ تھے پانی کی
 سطح پر آندہ جاری کوئی گئی تھی۔

ایس ڈی کے پہلوں پر اس کے ایک گھنٹے بعد چھائی میں بھی حالت خراب

”ہو سکتا ہے ڈاکٹر افروز کو آپ وہاں میں دانستہ طور پر جبری تبدیل پیدا ہوئی
گئی ہو۔“
انہیں ٹوٹے سوال کیا۔

”میں صاب برے خیال میں ہوں، لیکن ہے۔“ ڈاکٹر افروز نے جواب دیا۔

”کیوں جبہ آپ اپنے آپ کو کسی دوسری شخصیت کے روپ میں تبدیل کر سکتے
ہیں تو آپ دوسری تبدیلی کیوں نہیں کر سکتے؟“ ایکٹو نے پراسرار لہجے میں کہا۔
دوسرے نے سن کر ہنسنا شروع کیا۔ ڈاکٹر افروز کو ناخوش اور برائیاں آیا۔

”تمام سبب یہ ہے کہ وہ ہو سکتے۔“ ڈاکٹر افروز کو کھٹکنا شروع کیا۔

”خبردار ڈاکٹر افروز اگر آپ نے معمولی سی جی حرکت کی تو میرا دل اور غرض
نبیوں سے بڑے گا۔“ انہیں ٹوٹے پیسے کی طرح سزا دے رہے تھے۔

”اور پھر اس کے اشارے پر سیکورٹی گارڈ نے ڈاکٹر افروز کو گتھڑ کیا۔“

”کیا بات ہے سزا کیسٹو؟ آپ کیا کر رہے ہیں ڈاکٹر افروز ہمارے ملک کے پلاؤ
اور ڈبل فزس ٹیکر جیسٹ ہیں؟“ صدر مملکت نے بھی برت جیسے لہجے میں کہا۔
”جی ہاں میں تسلیم کرتا ہوں۔ مگر یہ ڈاکٹر افروز نہیں ہیں بلکہ ڈاکٹر افروز کے روپ
میں فزوں کا آدمی ہے۔“ ایکٹو نے جواب دیا۔

”اور اس کے اس انکشاف پر تمام بربریت سے اچھے چلے۔“

”اس کو میک اپ دینا کیا جلتے؟“

”ایکٹو نے سیکورٹی گارڈ کے ایک انٹر سے کہا۔“

”اسی سے ڈاکٹر افروز کے چہرے پر قہقہے کے ڈاکٹر فانیال ہوسے اور پھر اس
کی حالت بدلتے گئی۔“

”تم لوگ تو مت تک نہیں سمجھ سکتے کہ تمہارے ساتھ کیا خبر ہوئے والہ ہے

اس نے ایک ایک کر کے کیا۔

”ڈاکٹر افروز کہاں ہیں؟“

”ایکٹو نے اس کے قریب اگر منت لہجے میں پوچھا

”اسے میں نے مار دیا ہے اور اس کی کاشش گھر میں بہا دی تھی اس نے
جواب دیا۔“

”اور پھر اس کا سر ٹھک گیا۔ وہ غصہ جو چھٹا۔ اور اس کے کم کا رنگ
بلا ہر چھٹا۔“

”زہرہ کیپسول۔“

”ایکٹو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔“

”پر کیسے مرا؟“

”صدر مملکت نے ایکٹو کو بڑبڑاتے ہوئے دیکھا اور پوچھا۔“

”اس نے مصنوعی دانت کے خول میں زہرہ کیپسول چب رکھا تھا۔“

”وہ نکل گیا۔“

”ایکٹو نے جواب دیا۔“

”اور پھر اس کے اشارے پر اس کی کاشش سیکورٹی گارڈ اٹھا کر کر سٹے۔“

”سے گئی۔ بر شخص کی حیرت اور تعجب سے انہیں بھی ہوئی تھیں۔“

”اس کا مطلب ہے کہ بیچران باقاعدہ سازش کے تحت پیدا کیا گیا ہے۔“

”مردمان نے صبا سے بیچو عاوضی کا ختم کر ڈالا۔“

”جی ہاں سرداران اب آپ صحیح تجویز پہنچے۔ یہ دراصل ہمارے ملک کے خلاف
ایک بھیجا ملک سازش ہے۔ دشمن اس دوا کیسٹا نے دہلی میں سونے کے
اس نے ڈاکٹر افروز کے کراہے میں اور یہی اقتصادی بحران پیدا کیا ہے اس دعوے

۱۰۔ میں سائنس دان نہیں ہوں۔ یہ میری جی گزشتہ کسی کے بعد علم جو گا کہ کیا کرے
وا۔ میرا حال اس کی بھی کوئی وجہ ضرور ہوگی۔

۱۱۔ تو پھر قوری طور پر یہ اعلان کر دیا جائے کہ لوگ سرکاری عمارتوں سے پانی نہ پیئیں۔
قوری طور پر منبر اور چھاونی کے دائرہ فکوں میں موجود تمام پانی کا نالہ کر دیا
جائے تاکہ بعد میں تازہ پانی سپلائی کیا جاسکے۔ وزیر داخلہ نے تجویز پیش کی۔

۱۲۔ جی ہاں یہ ضرور ہے کہ اور دس سوسا تمام واشٹرینکس درجہ شش پر کڑی
نالی کی جائے۔ تاکہ بعد میں بھی کوئی دشمن ان میں وہ دوا نہ ملا سکے۔ ایکسٹرنل
اب دیا۔

۱۳۔ قوریوں کا کیا ہو گا۔ صدر مملکت نے سوال کیا۔

۱۴۔ کہیں چونکہ میرے شہادت کٹ کر سونا چا چکا ہے اس لئے ان کو گزشتہ
بہری ضروری ہے۔ اور یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ آٹھ، صدہاں میں
ان کو گزشتہ کر لوں گا۔ سیکرٹ سروس اس مسئلے میں قوری طرح سرگرم کا ہے۔
ایکسٹرنل انہیں دلا سوا۔

۱۵۔ ویری گڈ سر آئیڈیو آپ اس ملک کے لیے لکھتے ہیں ہیں میں سرگرم ہوں
اساس جوتا ہے۔ یہ ہماری عرش تہمتی ہے کہ آپ جیسے ذہین لوگ ہماری
میں سرگرم ہیں۔ وزیر داخلہ اب تک ہمارا اہلہ کیا حشر کر چکے ہوتے ہیں ملک
جہاں پانی پیجے ہیں کہا۔

۱۶۔ اور وائی سب ممبران کی نظروں میں ایکسٹرنل سروس کے لیے تعین
جنابات نمایاں تھے۔

۱۷۔ صدر مملکت نے ضروری احکام صادر کر کے کہ ہر شیلنگ رنو مت کر دی۔

۱۸۔ اس کو میری نظریں یہ ہے کہ میرے ممبران پر جو دوا استعمال کی گئی ہے
وہ عام ممبرانوں پر ہتھیار کی جیسے دوائی دواسے ذہنیت میں مختلف تھی کہ لکھ
ہم نے ایچ ہے کہ میرے ممبران پر جو دوا استعمال کی گئی تھی اس سے انہیں وہ
جراثیم نے جیک دانت شدت، اقباعی کر لی، خوف اور ہزدلی۔ جب کہ شریال میں
صرف نعت کا جذبہ شدت اختیار کر گیا۔ ہر سکتا ہے کہ اس کا علاج مختلف ہو
ایکسٹرنل جواب دیا۔

۱۹۔ اب میرے قوریوں میں ۲۰۔ صدر مملکت نے مایوسی سے کہا۔

۲۰۔ اہل ایک ہاں میں تہذیب چاہتا ہوں کہ قوری چھاونی اور ممبرانوں پر جو دوا
کی گئی ہے۔ وہ پانی میں حا کر دی گئی ہے کہ لکھ کے جھلن سے پینے کے لیے
کو تکیہ کر دی گئی کہ وہ ہر کارائی عمارتوں کا پانی پینے سے گریز کریں چاہتے وہ قوریوں
دوسرے کے وہ آپ کو گزشتہ نے خود محسوس کر لیا ہو گا کہ یہ کی کو ممبرانوں میں ان کے
اپنے تجویز دیں کام کر سکے ہیں وہ اس بیماری سے محفوظ رہے ہیں۔
یکسٹرنل نے انکشاف کیا۔

۲۱۔ مگر قوری چھاونی کے پانی کا یہ قوری تجربہ کیا گیا تو وہ بالکل صاف تھا۔ وزیر
دفاع نے اعتراض کیا۔

۲۲۔ ممبرانوں میں پڑیں ایسی ہیں جہاں کوئی حملہ میں قوری نہیں جوتی جو سکتا ہے
بیماری بھی کسی عمارتوں سے پینے کی گئی ہو۔

۲۳۔ ایکسٹرنل جواب دیا۔

۲۴۔ مگر جب یہ دوائی میں حا کر دی گئی تھی تو میرے سروس نظریں کے بعد یہ کہیں پہلی
اور سروس حزب ہوتے ہیں اس میں کمی کر لائی۔ ایک سائنس دان نے
اعتراض کیا۔

اور جو یا نے اپنے ہوش میں آنے سے نہ کر ہر ہنر لنگ لنگ پہنچے تک کے
تمام واقعات کو دور دُور میں بتا دئے۔
”ہر ہنر — تم یہ کوئی پچا ہنر ہو۔“ بیک زید نے کچھ چپتے
ہوئے سوال کیا۔

”جناب میرا جہاں تک اندازہ ہے وہ سونے لائن کی تیسری، دوسری اور تہی
میں دیکھ کر ہی بتا سکتی ہوں۔ میں جلد ہی میں اس کا غیر دیگر چیک نہیں کر سکتی۔
جو یا نے جواب دیا۔
”جو کار تم نے استعمال کی تھی اس کا نمبر کیا تھا۔“ بیک زید نے
سوال کیا۔

”ان کاروں پر نمبر چھٹ موجود نہیں تھی۔ جناب —“ بیک زید نے جواب دیا۔
”اس کا علیہ تفصیل سے بتاؤ۔“ بیک زید نے جواب دیا۔
اور جو یا نے اس کا علیہ پرستی تفصیل سے بتا دیا۔

”اچھا تم دہریں ٹھہر میں کیا ہیں شکیں، صفر، درخیز کو بھجوا ہوں۔ تم لوگ
اس کو کئی کا پتہ کر دو اور پھر جب تمیں اس کو کئی کے مشفق یقین ہو جائے تو مجھے
واقعہ کی سرپرستی لکھ کر کے مزید جہالت لینا۔“ بیک زید نے جریب
سے کہا اور پھر ریسید رکھ دیا۔

اسے جو یا کے اس فون سے بے حد خوش ہوئی تھی۔ جو یا صرف میل ڈھنڈی
کے افسے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ بلکہ اس طرح بھر میں کا پتہ کر دے
بھی فکروں میں آ گیا تھا۔ اندر ایک اہم الحقائق تھا۔ مگر اس کے ساتھ
اسے یہ بھی خیال آ رہا تھا کہ جو یا کے لایب خور کے بعد جو یا سے تینا جی جی
ہو سکا وہ آغا خانی کرنے کی کوششیں کرے۔ بہر حال چیلنگ تو دین مرض تھا۔

فون کی گھنٹی جیسے ہی بجی بیک زید نے چونک کر ریسید رکھ لیا۔
”ایکٹو — اس نے پٹ لہجے میں کہا۔

”میں جو یا بول رہی ہوں سر۔“ دوسری طرف سے جو یا کی کچا
ہوئی آواز سنائی دی اور بیک زید جو یا کی آواز سن کر چونک کر سید
ہو گیا۔

”جو یا — تم کہاں سے بول رہی ہو۔“ اس نے اپنے لیے کہ
سنہاتے ہوئے پوچھا۔

”سر میں ہونے لنگ سے بول رہی ہوں اور ابھی ابھی مجرمل کے بڑے کو
سے بچا کر یہاں پہنچی ہوں۔“ جو یا نے جواب دیا۔
”کوڑ میں تعجب تھاؤ۔“ بیک زید نے سخت لہجے میں سوال کیا۔

”تم لوگ وہیں مقبوضہ میں عمران کو بھیج رہا ہوں۔“ اور ”عمران نے جب اس
مرثیہ آت کر کے باقاعدہ ختم کر دیا۔

”میں وہاں جاتا ہوں۔ شاید کوئی سے وہاں کوئی شواہد مل جائے۔“
وہ نے بیک ڈیوٹے کہا

اور اس نے ایک بار پھر ٹرانسمیٹر کا بیٹن آن کر دیا۔ اور اس کی فریکوئنسی
بیل کرتی شروع کر دی۔ پھر ایک اندیشہ دیا۔ ”جلد ہی دوسری طرف سے ایک
دور سنائی دینے لگی۔“

”ٹرانسمیٹر سپیکٹس سر۔۔۔ اور۔۔۔“

”عمران۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران نے اصل پچھے میں کہا۔

”مگر پچھے میں سختی لگائی نہیں تھی۔“

”یہ سر۔۔۔ اور۔۔۔“ ٹرانسمیٹر نے دوبارہ آواز دی۔

”ٹرانسمیٹر خدا سولی لائنز کی تیسری ریل کی چوتھی کوئی نمبر ۱۲۶“

”یہ۔۔۔ یہ مجرموں کا یہ کوارٹر ہے۔“

”بیکٹریس سر۔۔۔ اس کے مکان میں کس کے اندر گروہ ہیں۔“

”واقعہات کوئی ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ مجرم وہاں سے نکلے۔“

”جرحہ سے ان کا سرواٹ لگانے کی کوشش کرو۔“

”بات کر سکتے ہو۔۔۔ اور۔۔۔“ عمران نے اس بات کو دہرایا۔

”اسے امداد میں رکھ دو۔“ عمران نے بیک ڈیوٹے سے کہا۔

”ڈیوٹنگ دوم میں بائیس تبدیل کرتے چلا گیا۔“

”جس کا ہے۔ مجرم اپنی طاقت کے دھمکیوں میں ایک دہریہ ہوں۔“

”اس نے ریسیور اٹھایا اور بھر پوری بادی کیپٹن ٹیکل، اتھور ایڈوکیٹ کو بھرتی

لگایا۔ میں جو اس سے ملنے کی پالیسی ہیں۔“

”وہ اب غصہ نہ کرنا۔“ عمران نے بیک ڈیوٹنگ میں تھا۔ اور اس

دور میں بیک ڈیوٹس سے لکھتے ہی نہیں لکھ سکتا تھا۔ اس نے اس کا انتظار

مناسب سمجھا۔

”تقریباً پندرہ منٹ بعد جیسٹیشن کمرے میں داخل ہوا۔ وہ ابھی تک ایک ٹوکے

مخصوص بائیس میں تھا۔“

”کوئی نئی خبر بیک ڈیوٹے۔“ عمران نے کوئی پچھتے ہی سوال کیا۔

”اور بیک ڈیوٹے جیپ کی دی ہوئی تمام پورٹ دوہرا دی۔“

”دوسری گڈ بیک ڈیوٹے۔“ اب ہم کچھ مومن پر یقیناً ڈھکے ڈال دیں گے۔ جیپ کے

اس وقت وہ اپنی کمرہ نامہ اٹھام دیتے۔“ عمران کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا۔

”اسی سے کمرے میں تیرہ سیٹی کی آواز دہن لگی۔“

”بیک ڈیوٹس کی کمرہ سے ہی

تیسری سے آواز آئی۔ پھر، عادی میں سے ٹرانسمیٹر اٹھا کر میز پر رکھا۔

”جیپ کی آواز اس میں سے نکل رہی تھی۔“

”اس نے جیپ دیا۔ اور پھر پچھے میں کیونکہ عمران نے اسے خوب بات

کر کے نکال دیا تھا۔“

”جیسو جو بیک ڈیوٹنگ سر۔۔۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے جیپ کی آواز سنائی دی۔“

”یہ سر جیپ کی ٹرانسمیٹر۔۔۔ اور۔۔۔ عمران نے بھرتے ہوئے پچھے میں جواب دیا۔“

”سر۔۔۔“ یہ محض کوئی دھمکی ہے۔ یہ سولی لائنز کی تیسری ریل کی چوتھی کوئی

ہے۔ اس کا نمبر ۱۲۶ ہے۔ مگر سر۔۔۔ کوئی پرمکھ اندھا چلا رہا ہے اور اپنی عیسیٰ

ہرکے جیسے کوئی خالی کی جگہ ہے۔ اور۔۔۔ جواب دیا۔“

شہلی ہوا تھا۔ وہی میٹنگ میں ختم کر دیا گیا۔ اس طرح ہم حرفت اس، ہم
میٹنگ کی کلاواں معلوم کرنے سے محروم ہو گئے۔ بلکہ ہمارا ایک فریسن کا ریس بھی ختم
ہو گیا۔

پھر اس میٹنگ کے بعد سرکاری طور پر یہ اعلان کیا گیا کہ سرکاری نوں کا بیٹا سکھوں
ذکیا طے اور اس کے ساتھ ہی جیسے رپورٹ ملی ہے کہ سنگ میں موجود تمام پانی
ضائع کر دیا گیا ہے اور سٹورڈ صاف کیے گئے ہیں پانی، اب اسکھوں میں دیا جا رہا ہے دوسرے
اب چھوٹی کے دائرہ کار میں اور شہر کے دائرہ کار میں پائپس پر کڑی نگرانی کی جا رہی ہے۔
ان اطلاعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمارے زیادہ قریب آتے
ہائیکے ہیں۔ وہ درہندیا تھیں یہ معلوم ہر سکھ کہ وہ اس شہر سے بچنے کے لیے کس
کے علاوہ مجھے سپورٹ ملی ہے کہ مہاراجا کیٹک سر اس کے دیگر رکن جن میں ایکشن
نگ کے لئے گئے تھے اب بالکل ٹھیک تھا کہ اس اور سابقہ ہیڈ کوارٹر کے گرو انیس دیکھا جائے
ہے۔ ان میں وہ لڑکی جو اب بھی موجود تھی۔ ہمارے نصیب سے تمام حالات ملتے
ہوتے ہیں۔

حیرت ہے اس۔ وہ لوگ کس طرح صحیح ہو گئے جب کہ ان میں چار سہاقت
کے ایکٹوٹھیں لگائے گئے تھے۔ ان کے ٹھیک ہونے کا کر سوانا ہی پتہ نہیں ہے۔
ایک نمبر نے حیرت سے پھر پوچھا کہ کس کا۔

اس بات پر بھی خود حیران ہیں کہ انہیں کس کا علاج کیسے ڈھونڈ لیا
اور اگر ڈھونڈ لیا یا ضائع ہو گیا تو پھر تمام شہر میں پائپس لگوانے کو کیوں نہیں بلایا گیا۔ اور
معاذ عرفانی پانی دینے تک ہی کیوں محدود رکھی گئی۔ ہمارے جواب یہ
ہے۔ اس۔ وہ اس کا علاج قیامت تک معلوم نہیں کر سکتے۔ ہمارے ملک
کے ساتھ ملتی جلتی ہونے اس عجیب و غریب دور کو یاد دہانی ہے وہ ساروں کی حقیقت

یہ کہ ایک کافی بڑا ہاں تھا۔ جس میں صرف ایک بڑی میز اور اس کے گرد چار
کرسیاں موجود تھیں ان کرسیوں پر چار نقاب پرش بیٹھے تھے۔ ایک سائیڈ پر جو
نقاب پرش بیٹھا تھا اس کا نقاب سلہر تھا۔

گو ہم پہنے مشن میں ایک بچہ حد کا میاب ہے مٹی اگر اس کے باوجود ہم اپنے
صل رہہ نظمیشن سے، حال بہت دور ہیں۔ وہ پھر سیکرٹ سرورس بھی ہمارے آئے
آ رہی ہے۔ سیکرٹ سرورس کی ایک میڈی رکن ہے جسے انہوں نے کبھی نہ لڑا یا لیا تھا
نمبر نو کوئی کہ کے فوراً ہوتے ہیں کا میاب ہو گئی ہے۔ اور اس کے نتیجے میں کوئی فرد ظہور
پر ہیڈ کو ہڈ تیسریں کو پڑا۔ اور اس ہیڈ کو تیسریں موجود تمام سختی تمام تیسرا
کرنا پڑا گیا۔

دوسرے مہر مہری جوڈ گرو کے ٹیپ میں اسے حکام کی ہنگامی میٹنگ میں

کے بعد بھی سس لاؤ رہا نہیں کر سکتے تو کس طرح چند گھنٹوں میں اس کا علاج دھوئے
یا ۔۔۔۔۔ ایک ماہ میرے کیا۔

بزرگ صاحب ترجمہ میں ہے وہ میرا درمندان اب بالکل ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔ اس
کے نگر مند جسے میں جواب دیا۔

” تو میرا رب پتہ کیا بتا سکا ہے ۔۔۔۔۔ ایک مہینے میں اس سے پوچھا۔
میں نے یہ وعدہ کر دیا کہ بعد یہ فیصلہ لینے کہ میں فوراً اپنے عظیم مشن پورا
کرنے کے لئے کاؤنٹی شروع کر دیتی جاؤں۔ کہیں ایسا ہو کہ ہمارا مشن مکمل
ہونے سے پہلے سیکورٹ سروس ہمارے راستے پر رک جائے۔“ اس نے جواب دیا۔
” مگر ہاں۔۔۔۔۔ اس عظیم مشن کو شروع کرنے کا ابھی مناسب وقت نہیں آیا۔
چیف ہیک کو رٹ کی ہدایت کے مطابق ہمیں ان چوتھے چھوٹے ضرورت کے بعد اس سے
ہدایت دینی تھی۔ پھر مشن شروع کرنا تھا۔“ ایک مہینے کا۔

ہاں۔۔۔۔۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ مگر میں نے یہ کب کہا کہ میں اپنی مشن شروع کرنا
چاہتا ہوں۔ میں نے یہ بھی کہا کہ میں عظیم مشن کے پورا کرنے کے لئے کاؤنٹی شروع
کر دیتی جاؤں۔ کاؤنٹی سے میری مراد یہ تھی کہ جیت ہیک کو رٹ سے ہدایت مل جائیگی
اور میرا رٹ ہی جیک ڈھونڈ لے گا۔ جس سے ہم پورے ملک کو فوری طور پر ڈر کر سکیں۔
اس نے خوشگوار ہنسنے میں جواب دیا۔

” سر۔۔۔۔۔ ہمیں ذرا محال چھوٹی سیکورٹ سروس کی سرکوبی پر مرکوز کر
دیں۔ سیکورٹ سروس کے عہدے کے بعد ہم اعلیٰ من سے مناسب وقت پر اپنا مشن
پورا کر سکتے ہیں۔“ ایک مہینے کی تجویز پیش کی۔

سیکورٹ سروس کی سرکوبی میں جیسے مشن کا ایک اہم حصہ ہے اور اس
سے بہت سب سے پہلے اس ملک کے خطرناک ترین آدمی پر ہاتھ ڈال کر اسے

پے میں کر دیتا تھا۔ اور اس آدمی یعنی عثمان کے متعلق میرا گوارڈ کی طرف سے خاص
ہدایت بھی تھی۔ پھر میں چند مہینوں کا پتہ چلا۔ جب وہ دلدار فورٹ کی نگرانی
کے لئے اپنے اپنے چارہ انہیں بھی انجیکشن لگا دیتے تھے۔ تو شروع میں تین گانے مناسبت
میں اپنے۔ مگر اب حیرت انگیز طور پر وہ ٹھیک ہو چکے ہیں۔۔۔۔۔“ اس نے
جواب دیا۔

” عثمان اب اس قدر ایک دم آدمی ہے۔ بچانے ہندو کو رٹ کی سہارے میں اتنی
سخت ہدایت کیوں ہیں۔“ ایک مہینے کا گورنر سے پوچھ میں کہ۔
” تم نہیں جانتے یہ عثمان کیا ملا ہے۔ اس ملک کا سب سے خطرناک اور دشمن
ترین آدمی جس نے سیکورٹ سروسز کی بے نیچے ادھر کر رکھ دیئے۔ درجہ بڑے
ہائی گزٹی محمد اور اس کو اس ملک میں اس آدمی نے موت کے گھاٹ اتار
دیا۔ یادہ کا کافی کی ذلت اٹھا کر ہمیں سے فرار ہونے پر مجبور ہو گئے۔“
اس نے عثمان کے کارناموں کی غصیدت بتائی۔

” تو پھر تم نے غلطی ہوئی۔ جب عثمان ہمارے ہتھے چڑھا تو اسے اس وقت
گولی مار دی جا چکی تھی۔ زبانی رہتا۔ زبانی کا بھتی۔“ اسی مہینے جواب دیا۔
” تم ٹھیک کہتے ہو۔ واقعی یہ ایک غلطی تھی لیکن اس وقت تو اسے جو ضروری
گئی تھی وہ موت سے بھی بڑھتی۔ لیکن اسے معلوم تھا کہ وہ اتنی جلدی حیرت انگیز
طور پر ٹھیک ہو جائے گا۔“ اس نے جواب دیا۔

” تو میرے خیال میں آپ پہلے عثمان کو ختم کرنے کا پروگرام مرتب کریں
اور اس کے ساتھ ہی سیکورٹ سروس کے جو ممبر بھی ہمارے سسٹم میں آئیں انہیں
فوری ہلاک کر دیا جائے۔“ ایک مہینے کی تجویز پیش کی۔

” اس مسئلے میں گورنر نے فریڈرک سے تفصیلی ہدایت لے چکا ہے جس سے امید ہے کہ

وہ جلد ہی کامیاب ہو جائیں گے۔" پاس نے جواب دیا۔

"پھر خلیفہ کے گروپ کو یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔"

سٹیلمبر نے جس نے یہ بات کہی تھی متعین لہجے میں جواب دیا۔

"یوں نہ ہیڈ کو رٹ سے تفصیلی ہدایات ملی جائیں گی۔" ایک ممبر نے ملے

دی۔

"میں نے اسی سنے" پاس کو یہاں اکٹھا کیا ہے۔ کیونکہ میں سب کے مشورے

سے اس بات کا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔" پاس نے جواب دیا۔

"تو خلیفہ ہے آپ ہیڈ کو رٹ سے بات کر لیں۔" سب ممبروں نے

فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور دوسرے ملے پاس سے میرے کنارے لگا ہوا بیٹن دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک نقاب پوش شخص مورچہ انداز میں داخل ہوا۔

"ناگ وروٹر اسمیر لے آؤ۔" پاس نے اسے حکماً لہجہ میں کہا۔

اور وہ انہماک میں سر جھٹکا ہوا پس منظر پر تقریباً پانچ منٹ بعد وہ واپس

آگیا۔ پاس نے کافی بڑا ٹرانسمیٹر اٹھا لیا اور اس نے لاکھ دویسائی مینز پر

رکھا اور پھر سر جھٹکا کہ کھڑا ہو گیا۔

"تم ہاں کھڑے ہو۔" پاس نے اسے حکم دیا اور وہ اُسے قدموں پا پس

مر گیا۔

دو دنہ بند ہونے کے بعد پاس نے ٹرانسمیٹر کا ایریل نکال کر بند کیا اور پھر

ایک بیٹن دیا۔ ٹرانسمیٹر میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے۔

اس نے ٹرانسمیٹر میں کھڑے ہوا ایک اور بیٹن دیا۔ بیٹن دیتے ہی ٹرانسمیٹر

سے داریں بھرے گئیں۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے سمندر کی لہریں ساحل سے

سر نہک رہی ہوں۔ جلد ہی شور مچا پڑا چلا گیا اور پھر کس کی بجائے ایک سخت کا

آواز کمرے میں گونج اٹھی۔

"میں چین ہیڈ کو رٹ آپریٹر فیملیون تھری سپیکنگ۔" اور۔

"خیرج دی ورلڈ فیملیون سپیکنگ دیس اینڈ چین سے بات کلاؤ۔" اور۔

پاس نے جواب دیا۔

"آئی ایلر جیسی لائن آؤ آؤ ڈیرری اور۔" آپریٹر نے سول کیا۔

"ایئر جیسی لائن ہری اب۔" اور۔ پاس نے کسمیر لہجے میں جواب دیا۔

"اور۔ کے ویٹ ٹارٹر منٹس۔" اور۔ آپریٹر نے جواب دیا۔ ایک بار

پھر لہروں کی آوازوں کے نیچے گونجنے لگیں۔ سب لوگ دم سادے بیٹھے تھے۔ چند

لمحوں بعد ایک آواز کمرے میں گونجنے لگی۔ جیسے چند خلیفہ میں آپس میں مڑ پڑی ہوں۔

"پھر دیس پر ایک سنائی آواز چھا گئی۔" میں چین دیس رینڈ۔" اور۔

"مٹی چلے دی ورلڈ فیملیون سپیکنگ۔" اور۔ پاس نے انتہائی مؤدبانہ

لہجہ میں جواب دیا۔

"میں جبریلن پلیٹ ٹارٹر جیسی لائن۔" اور۔ چین کا جبر انتہائی سخت تھا۔

"سمرش دیس ٹارٹر تھری کا سیالی۔" پھر اور تھری چاک کر پڑے گئے۔

مقامی ایسی ایسی چار کا راد پر ٹنگ گئی ہے۔ میں فیملیون کا علاج دروازہ کھلا گیا ہے

مٹی ٹارٹر تھری سے سلسلے کی لائی کا سخت۔ موجودہ حالات انتہائی خراب ہیں۔

ٹریٹ مٹی کے لیے حمایت دیکھئے۔" اور۔ پاس نے کسمیر لہجہ میں بیروٹ

دی۔

"ہیڈ نیوڈ فیملیون مٹی فیملیون کا کیا علاج دروازہ کھلا گیا ہے۔" اور۔

چین کے بیچ میں تعجب کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

"معلوم نہیں پاس۔" پھر حال تن خبر دیں کے ٹارٹ ٹیک بر چکے ہیں

دور؟ چیت نے تیز ہنسنے میں کہا۔

”گروپ نمبر فور کو آواز دے جائے گی۔ گریٹ مشن فوری طور پر شروع ہونا چاہیے۔
وزارت، مستجابی، عفو، شہادت، سکھائیے۔ اور؟“ باس نے جواباً
”جی میں کہا۔

”ویٹ نریو مشن۔ اور؟“ چیت نے جواب دیا۔ اور ایک بار پھر لڑائی ہوئی
ٹرانسمیٹر سے نکلنے والی جیسے جیسی جگہ میں لڑائی ہوئی۔
چند گھنٹوں تک فائوٹی رکے پھر چیت کی آواز سنائی دی۔
”و۔ کے۔“ گریٹ مشن کے لیے فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ کل آدھی رات کو گریٹ
مشن شروع کر لیا جائے۔ دور؟“

چیت نے بھڑائی ہوئی آواز میں کہا۔
”و۔ کے سر۔“ تھیک۔ یہ۔ جو تھیں تیار ہیں۔ کل ٹھیک آدھی رات کو گریٹ
مشن شروع ہو جائے گا۔ اور؟“ باس نے مسرت سے بھرپور پچھے میں کہا۔
”و۔ کے۔ ہم بھی ٹھیک ٹھام پر ایکشن شروع کر دیں گے۔ اور؟“

چیت نے جواب دیا۔
”بہتر سر۔ ہماری طرف سے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی جائے گی۔

اور؟“ باس نے جواب دیا۔
”اور؟“ اس نے آواز میں گونگہٹ نکالنے۔ ”چیت نے کہا اور اس
کی آواز آگے بند ہو گئی۔

”باس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر کا ہین آف کر دیا۔
جان دارمین دوبارہ بے جان پڑ گیا۔

”ہیں فوری طور پر گریٹ مشن کے لیے تیار ہیں مشن شروع کر دی جائے۔“
باس نے کہا۔

”اور پھر وہ سب ستر جوڑ کر اس گریٹ مشن کی تفصیلات
لے کر آئے۔“

لیا۔ عسکرانے کہا۔

اور پھر وہ کوئٹہ کے عقب کی طرف چل پڑا۔ صفد بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ
 صفد کوئٹہ کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے صفد کوئٹہ کے عقب میں پہنچ گئے۔
 پھر چند گھنٹوں تک حمل کا جواز لینے کے بعد چاہیک عسکران بنی جگہ سے اچھا اور
 دوسرے لمحے وہ پائیں باغ کی چوٹی دیوار کے اوپر موجود تھا۔ پھر ایک لمحے سے
 دھماکے سے وہ اندر اتر گیا۔ صفد نے بھی اس کی پیروی کی۔

وہ دونوں چند گھنٹوں تک دیوار کے قریب دُکھے تھے۔ پھر عسکران دلیراد اندر
 میں آگے بڑھا۔ صفد نے بھی اس کی پیروی کی۔ دونوں نے دلیراد اور قبول
 منجیل رکنے تھے۔ کوئٹہ واقعی خالی ہی تھی۔ انہوں نے قدم کھڑے جان مارے۔
 لیکن انہیں وہاں آدمی تو ایک طرف رہا۔ فرخچر بھی نہیں ملا۔

کمال ہے۔ اتنی جلدی یہ کیسے یہاں سے سامان سمیٹ کر گئے۔
 صفد نے حیرت بھرے لبوں میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

پھر جریڈ کے بنے ہوئے دستوں سے انہوں نے ہڈیوں میں چپک کر بیٹھے۔
 مگر ہڈیوں میں خالی تھے۔ ہڈیوں کے چند ٹکڑوں میں تباہی مچی ہوئی تھی۔ ایسا
 محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے یہاں پر فٹ چیزوں کو ڈانٹ میٹ سے ڈروایا ہو۔
 ”سب کو یہیں جانا۔“ عسکران نے صفد سے کہا۔

اور دوسرے لمحے صفد عسکران کے کہاؤں سے نکل کر کپ تک کی طرف چل پڑا۔
 عمران پرستور ایک تہہ خلاصہ میں کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پنس تھا۔
 تھی جس کی نگرانی وہ تہہ خلاصہ میں کھڑا تھا۔ وہ تہہ خلاصہ میں کھڑا تھا۔

دوسرے لمحے جو آیا، کیپٹن ٹیکل اور توپر بھی صفد کے ہمراہ آئے۔
 ”پاس کا کرو کوئی ساتھ جو یا۔“ عمران نے سوال کیا۔

عسکران نے جب سول لائن پہنچا تو چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی
 اسے وہ مخصوص کوئٹہ کے ہی نظر آ گئی۔ خاصی عایشانی جگہ تھی۔ لیکن وہ
 ممکن طور پر اس جگہ سے میں ڈنڈی ہوئی تھی۔

عسکران کے قریب پہنچتے ہی ایک درخت کی آٹ سے ایک سیہ نکل کر وہ
 کی طرف بڑھا۔

”عمران صاحب آپ ہیں۔“ سائے قریب آ کر سرگوشی کی۔
 ”اوہ۔“ صفد تم۔“ عمران نے جوابی حوالہ کیا۔

”جی ہاں۔“ وہی رنگ بھی اور گروہ موجود ہیں۔ مگر کوئٹہ تو خالی صدم
 سمجھ جے۔“ صفد نے اسے کوئٹہ کے متعلق روڈ ٹیٹے ہوئے کہا۔
 ”بہتر خیال میں اندر چل کر دیکھنا چاہیے۔“ شائد ان کے لئے اس کا

ایک حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سامنے کی دیوار جو ٹوٹ چکی تھی۔ میں نے ایک بڑی
صاف نظر لڑکی یعنی لہو شکر گنگے درمیان چھوٹی رین کی پٹری آگے باریقی تھی۔
میں محض اندھیرا تھا۔ عسکران ادا اس کے سامنے سرنگ میں مڑتے چلے گئے۔
میں کی پٹری سے باہر ہوتا تھا کہ سرنگ بہت طویل ہے۔ "عمران نے
یا۔

باقی دور تک چلے کے بعد آخر انہیں سرنگ کا دوسرا مہر الظاریا آگے ایک
سرنگ بند ہو چکی تھی۔

دیوار کے قریب پہنچ کر وہ سب ڈک گئے۔ عسکران نے دھڑا دھڑکی اور
دیوار کی سائٹ میں پھیل ڈالنے کی مدد میں ایک چھوٹا سا سرنگ بن کر نکلا گیا۔
ششمار "عمران نے ساقیوں سے کہا اندھیرہ بن دیا دیا۔ جن کے
دیوار بٹے آواز بھی پئی گئی۔ سامنے ایک ٹراکھو تھا اس میں ایک چھوٹی
کار موجود تھی۔

مندی نے غور سے پہنے کے بعد عمران اور اس کے سامنے اس کے سر میں مدد
عمران ابھی بعد دلی کار کا مساندہ کر رہی رہا تھا کہ جانک اب کے چھپے دنی دیوار
آواز آتا تھا میں دوبارہ پھیل گئی اور وہ سب جیمز بن گئے۔
عمران نے دودھ دیوار کے اندر گئی جگہ دیکھی مشرک کی۔ وہ سب ایک کمرے
پر پہنچے تھے۔

عمران ابھی اس محلے میں مصروف تھا کہ وہ کمرہ نیز ریشمی سے منور ہو گیا۔ اور
نی ایک نوکار تہمت کی آواز ان کے کانوں کے پڑے جھانسنے لگی۔

تم خود میرے جالی میں آپسے جو۔ "تھپتھپے کے بعد ایک بھاری محرم
سنائی دی۔

"میرے ساتھ آئیے۔ میں دکھاتی ہوں۔" جہان نے جواب دیا۔

دیکھو وہ جو یہ کہ ساتھ ساتھ اس کمرے میں پہنچ گئے عسکران نے بغور
کمرے کو دیکھا۔ کمرے میں بڑے کمرے سے جیمز کی اکھاڑی گئی تھیں۔

"میرے خیال میں اس کو بھی سے ضرور کوئی سرنگ کہیں ملتی ہے۔ یہ لوگ
بعد ساوان اس سرنگ سے فرار ہوئے ہیں۔ وہ اتنا سا ہی اگر یہ سرنگ کے ذریعہ
سے جانے تو جینا نظر میں آتا ہے۔" عمران نے خیال میں کیا اور باقی
سب خبر کے دل کو بھی یہ بات لگ گئی۔

"تھپتھپے کے ذریعہ میں ایک سرنگ کا سراغ لگ جانے کا۔" عسکران نے
اندھیرہ ہادی ہادی تمام تہہ نلے چیک کرتے تھے مگر کہیں سے بھی اس
بات کا سراغ نہ لگا۔

آخر میں وہ ایک بڑے ہال میں پہنچے۔

ہال بڑی طرح تہہ تہہ پرچکا تھا۔ صرف چھت سلامت تھی۔ عمران ٹاپر کی آواز
میں ایک ایک چپے کا جائزہ دیتا تھا۔ پھر ایک کمرے میں وہ ایک چھوٹی سی کمرے
پر پڑی دیکھ کر چونک پڑا۔ اور دوسرے محلے اس نے بغور فرش کا جائزہ لیتا مشرک
کو دیا۔ یہیں سائینڈ کی دیوار کے قریب ہی اسے فرش پر پڑے آواز لگنے لگا
سے صاف ظاہر تھا کہ یہاں کا قاعدہ چھوٹی پٹری کبھی بڑی تھی اس نے اندھیرا
دیکھا جب اسے کہیں بھی سرنگ کا سراغ نہ ملا تو اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا

یہ سب کو ہال سے باہر نکلنے کا اشارہ کر کے وہ خود بھی ہال کے دروازے کے قریب
پہنچ گیا۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی گیند نکالی اور پھر اسے چھوٹی قوت سے
لہرا کر تھپی دیوار پر لے دیا۔ وہ خود پیچھے مڑ گیا۔ ایک ڈکھا دھکا ہوا اس کے
کی دیواریں وہ فرش فرزند گئے۔ جیب کو دوبارہ چھتا تو سب اندہ داخل ہونے لگا۔

یہ مقلد صائب۔ آواز دھڑا دمی غائب۔
 سانس لے کر کھڑے ہوتے ہوتے کہا ادا اس کے ساتھ ہی ایک اور نذر دار قہقہے کی آواز
 سنانا دیکر، بھی کس قہقہے کی بازگشت ختم نہیں ہوئی تھی کہ سانس کی دیوار دووں سنا ل
 میں کھٹی چلی گئی۔ اور سات دس نقاب پوش باغی میں دھن دھن گھیس لیے کھڑے نظر آئے۔
 "بہنہ! اپ۔۔۔ ان میں سے ایک نے کوئی ہوتی آواز ملی کہا۔
 اور دوسرے نے گھون ادا سا قہقہہ لے کر لڑا، بھیک کر اٹھا اٹھا لیے جویا
 تو پیسے ہی خالی ہاتھ آئی، اس لیے اسے دیکھ کر گرنے کی بھی تلقین نہ ہوئی۔ مسٹر
 نقاب پوشوں نے ان کے گرد گھیر ڈالی یا۔ اور ہر ایک نقاب پوش نے ان کی منگو
 نکالشی، اور کوئی چیز نہ پا کر، انہوں نے ہنسی لگاتے پلٹے لاکشمارہ کیا۔

عبداللہ کی جاہلیت شے ہی ٹانگہ فوراً حوں لائمنز پہنچ گیا، اس نے محسوس
 ہوا، سیاہ سوٹ پہنا ہوا تھا، اور پیروں میں کرپ سولی جڑتے موجود تھے اس نے
 دھن سے کافی دور اپنا بڑی سوٹر سائیکل ایک کھلی میں روکا اور پیچھے بڑے متناہ انداز
 میں کوئی کی طرف بڑھا اس کی نظریں سرخ وراثت کی طرح چاندوں طرف گردش
 کر رہی تھیں۔ اسے ابھی طرح علم تھا کہ کوئی کے گرد سیکرٹ سروس کے نمبر پیچھے
 ہونے میں۔ اور اس نے برجیہ ستر پہنے، چپ کو مہروں کی تیز نظروں سے، پھانا تھا
 اور خوں کی آواز لیتا ہوا وہ کوئی سے کافی فاصلے پر جا کر کسک اس کی چپل جس خطرے
 کا اظہار کر رہی تھی اسے ایک عجیب سا احساس ہوا تھا جیسے خطرہ ہاتھوں اس کے
 قریب ہو رہا ہو، چپکلی کی طرح درخت کے تنے سے جھٹک گیا اور پھر اب کسک اس کے
 کانوں میں ایک جگہ ہی سرگوشی کی آواز ابھری اور اس نے کھن کھن کھن کھن سنا

ہائیکر سے گھبرا گیا کہ یہ شخص سیکریٹروس کے ممبرن کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ اسی وقت اسے عمران خانہ آگیا اور پھر اس نے ایک سائے کو حمران کی طرف پڑھتا ہوا دیکھا اور پھر وہ دونوں چھتے ہوئے کوئی کے عقب کی طرف ہٹ گئے۔

”مرا ایک جرت اشیر بہت نگران بالکل فیکٹ ہے وہ ابھی انجی دلاس پینا ہے اور اب ایک پہلے سے سوچو دشمنی کے ساتھ دونوں کوئی کے عقب کی طرف گئے ہیں۔ اور وہ“ درخت پر چڑھ کر آدی نے پوچھ دیا۔

”بالکل سچ ہے یقین ہے کہ وہ عمران سہ اور بالکل صحت مند ہے اور وہ“
 ٹائمر نے ایک لمحے کے لئے سوچا کہ اس آدمی کو فرس مور پر پڑیپ کھلے
 جو عمران کی رپورٹ دے رہا ہے لیکن پھر وہ کسی فیصلہ کن نتیجے پر پہنچنے کے لئے رک گیا۔ اسے معلوم تھا کہ عمران خزانہ نہیں جو لوں آسانی سے چھو جاسکے۔

پھر اس نے کوئی کے ایک شکستہ مکان سے ایک سائے کو باہر آتے دیکھا۔ اسی وقت، تو کی آواز فضا میں گونجی۔ یہ یقیناً اس سائے کے حق سے نکلی تھی۔ آواز نکلتے ہیں اس نے تین سائوں کو تلفت جگہوں سے محل کر کو کھلی کی طرف بڑھتے دیکھا اور پھر وہ سب کو کھلی میں غائب ہو گئے۔

وہ سب اندھ چلے گئے ہیں سرورہ شاید تہہ خالوں کی چکیاں گم کر رہے ہیں اور ”ڈائری پر رپورٹ ہاتھ مار جا رہی تھی۔ کافی ریر خا کوشی رہی یونکر عمران اور دیگر ممبرن تو کوئی کے اندر جا کر ٹائپ ہی کر گئے تھے۔ ہائیکر کو خیر وہیں ہو گیا کہ کہیں وہ ٹائپ کر گئے تھے ہوں ایکس وہ اس وجہ سے خاموش رہا عمران اور اس کے ساتھی ٹائپ کر گئے جاتے تو یقیناً اس آدمی کو رپورٹ مل جاتی۔ چنانچہ اسے کوئی کے اندر سے ایک پتے دھماکے کی آواز سنائی دی جو پرتی ہوئی تھی کہ اس کے کانوں سے نکلتا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے کوئی کے اندر

کی تمام تڑتوہ اس آواز کی طرف تھی۔ دوسرے لمحے اسے دوبارہ آواز سنائی دی۔ اور اب وہ اس کا خیر معلوم کر چکا تھا۔ اس سے تین درخت چھوڑ گئے تھے درخت کے درپے سے آواز کی تھی کہ وہ رشتوں کا درمیانی فاصلہ کافی زیادہ تھا لیکن اس کے مناسات پھر بھی دہی ہوئی سرگوشی کی آواز پر کوئی کھٹکے۔ ایک بار جب اس نے خیر کا اندازہ کر لیا تو پھر وہ انتہائی مڑا آواز میں قدم بہ قدم ریگٹ تھا اسی درخت کی طرف بڑھا۔ جلد ہی وہ اسی درخت کے تنے سے لپٹا ہوا کھڑا تھا۔ اب اسے فائر مارف سنائی دے رہی تھی اس نے آہستہ سے سر اٹھا کر دیکھا پھر چاند لمبی تک فوڈ سے دیکھنے پر اس نے گھٹے درخت کی شاخوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ایک انسانی سائے کو چپک کر لیا۔ اس کی آنکھیں کھلے اندھیرے میں دیکھنے کی کڑب غادی ہو گئی تھیں چنانچہ اس نے ابھی طرح سائے کا جائزہ لے لیا وہ سب آکھوں سے شاید ناشتہ کیل سوپ لگائے کوئی کی طرف متوجہ تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا کھڑا ہوا تھا۔ اور وہ مسلسل دہی دہی سرگوشیوں میں کسی کو رپورٹ دے رہا تھا۔

”میں سر باچار آدمی کوئی کے گرد تلفت جگہوں پر پیچھے ہوئے ہیں وہ مجھے کوئی نظر رہے ہیں اور“ سائے کسی کو رپورٹ دے رہا تھا۔

”ابن میں ایک تو رہی رہی ہے جو چیز کی رشتہ فراہم گئی تھی اور سر دو آکھ بگیا ہیں جنہیں۔“ جگش لگائے گئے تھے۔ تیرا کوئی نیا آدمی ہیں۔ اور“

”ابن میں وہی انحال صرف غمگینی کر رہے ہیں۔ انہیں شاید کسی کا انتقام دے اور“

”ابن میں سر۔“ مجھے یقین ہے وہ دونوں بالکل بھت چالاک ہیں حالانکہ اس کے دشمنان کی حالت ابتر ہوئی چاہیے۔“

ہوٹا آئی تھی لیکن مقابل کی اس حرکت سے ٹائیگر کے ذہن میں غصے کی آندھیاں اٹھ اٹھیں۔ گو اس کی ناک پر شدید چوٹ آئی تھی مگر وہ دوسرے لمحے زخمی سہپ کی طرح بل کھٹا ہوا اٹھا اور نوجوان جو اسے ڈانٹتے لگے "پاؤں اٹھا نشانہ چوکھلے" جس سے زمین پر گر گیا اور دوسرے لمحے ٹائیگر نے اس کو دونوں ہاتھوں پر یوں اٹھا لیا جیسے پوکسی کھلونے کو اٹھاتا ہے۔ اور دوسرے ہی لمحے اس نے اسے سر سے بندھ کر کے پوری قوت سے زمین پر دے مارا۔ نوجوان کے حق سے ایک لمبی چیخ نکلی گئی اور پھر وہ سب دھڑکتے ہو گیا۔ ٹائیگر نے جنون کے عالم میں اسے ایک بار پھر اٹھا لیا مگر پھر چاکلے سے ایک نیاں لگی اور اس نے اسے چھینک کر بھاگے آگاہ سے لٹا دیا۔ وہ نوجوان ہوش میں نہ تھا۔ ٹائیگر نے ایک ہاتھ سے اس کی ناک بند کی اور دوسرے ہاتھ سے ایک زوردار ہتھکڑا اس کے چہرے پر جڑوا اور پھر ناک پر پڑی۔ نتیجہ حسب توقع رہا۔ نوجوان فرد پشش میں اُٹھا۔

"خبردار اگر اپنی جگہ سے ہلے تو اس ہانگروں توڑ دوس گارے" ٹائیگر نے زخمی چیت کی طرح فریاد کرتے ہوئے کہا اند اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی پتیلی کو سیدھے رخ میں دھکے دے دیے اس کے چہرے کے سامنے تین دیبا۔ نوجوان شاید ٹائیگر کے لہجے سے ہی مرعوب ہو گیا یا شاید ٹائیگر کی کڑی جتنوں کا خوف متا یوں کہ اسے اپنی طرح علم تھا کہ اگر ٹائیگر سے ایک جھٹکے سے ڈھک مار دے تو جتن گمروں کی ٹوسے میں کوئی گم نہیں رہے گی۔

"تم کوئی ہمارا اور کیا چاہتے ہو؟" نوجوان نے چغری پھینکی اور زمین سول کیا۔
 "میں بس اتنا جانتا ہوں کہ تم نے جس حرکت کر کے یہاں پہنچے ہو اس کا صحیح جواب دو۔ ٹائیگر نے اسے دھکاتے ہوئے کہا۔

یہی حالت کام رہا جو اس کے بعد چرکائی دیں خاموشی طاری رہی پھر ایک لمحے آواز آئی۔

"میں سرورہ ویسی گڈ ٹرنگ ٹرنگ سنا رہا ہوں کہ گریٹ مشین میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی دور" سانس نے جواب دیا۔ اس کی آواز سترستہ سے گریز تھی۔

"بہتر نہیں ابھی پہنچنا ہوں سرورہ ویسی گڈ ٹرنگ" سانس نے کہا اند پھر اس نے آگے جیسے دیکھ کر ٹائیگر کی سگوب آٹھکوں سے ٹیلور کے اس گھٹے میں لگا لیا۔ ٹائیگر ہلکا ہوا تھا۔ سانس کی آواز اور ہاتھوں سے اسے اپنی طرح انداز ہو گیا تھا کہ مرنے اور اس کے دیگر ساتھی شرب کرنے لگے ہیں اور وہ کسی تیریا مشن کو چار کرنا چاہتے ہیں۔ چہرہ سادہ اسے رشتہ سے اٹھا ہوا نظر آیا اور بے زور ہٹے متا جانے میں نہ تھا۔ پھر جیسے ہی وہ سانس کے قریب پہنچا اس نے نیچے چھانک لگا دی لیکن ابھی وہ پہنچنے ہی نہ پایا تھا کہ جھٹکے ٹائیگر نے اچھل کر پوری قوت سے اس کی مگر پر رات رسید کی اور وہ قابو پایاں کھاتا جیادہ جا گیا۔

"خبردار اگر حرکت کی یا آواز نہ لگائی تو ڈھیر کر دوں گارے" ٹائیگر نے فریاد کرتے ہوئے کہا اب اس کے ہاتھ میں سائینسز چڑھا ہوا دیوڑھو موجود تھا۔ سائینسز ایک طاقتور نوجوان تھا انتہائی چھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا مگر ٹائیگر نے اس کے پیچھے پڑا اور کی نای۔ کوئی بھی مگر دوسرے لمحے سانس نے ایک بے بہت حرکت کی وہ انتہائی چھرتی سے کام کر گیا اس نے ایک ڈھک تو تانی پر رکھ کر اسے نیچے جھکا دیا تھا اور چھل کر ایک بھر پور مگر ٹائیگر کی ناک پر مادی تھی۔ ٹائیگر کو اس چھرتی پر وہیب ڈھکی نوٹے ہی نہیں تھی اس لئے وہ بے پشت کھل زمین پر گر گیا اور جھٹکا لگنے سے رچا اور اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اس کی ناک پر شدید

”تم یہ دیکھنا چاہتے ہو؟“ نوجوان نے حواس مجتمع کرتے ہوئے سوال کیا
اسی وقت، ٹیکٹر کو خیال آیا کہ وہ سڑک کے قریب ہیں۔ کس بھی شے کوئی کار یا
رگبیر۔ گزرتے ہوئے انہیں چیک کر سکتے ہیں جہاں اس نے فیصلہ کیا اور پھر
دوسرے شے اس کا اتنا ایک ہٹکے سے نیچے آیا۔ ٹیکٹر اب وہ شاید اپنا لادو بدل
چکا تھا۔ ٹیکٹر نے نوجوان کی کنپٹی پر ضرب لگائی تھی۔ ضرب کافی بھر پور پڑی
اور پھر لگاتار دھڑکنے والی دھڑکیوں نے نوجوان کو ایک بار پھر بے ہوشی کی سرحدوں
میں دھکیل دیا۔ ٹیکٹر اس کے بے ہوش ہو جانے کا اطمینان کر کے اٹھ کر اچھا
اس نے پہنے تو اپنا ریوڑ سا کمرہ زیب میں ڈالا اور پھر اس نے جھک کر
بے ہوش نوجوان کو اٹھا کر کاندھے پر لے لیا اب وہ تیزی سے اپنی موٹر سائیکل
کی طرف بڑھ رہا تھا۔

چند لمحوں بعد اس کی موٹر سائیکل تیز رفتاری سے گلیں میں بھاگ رہی تھی۔
اس نے بے ہوش نوجوان کو آگے بڑھ کر ٹیکٹر پر لڑا رکھا تھا گویا اس طرح اسے بڑھ
سائیکل چلنے میں کافی دقت کا سامنا ہو رہا تھا مگر بہر حال وہ آگے بڑھ رہا تھا۔

عسکران کو ایک کمرے میں بند کیا گیا تھا۔ دس مشین گنوں کے سامنے وہ
بے بس تھا۔ اس لیے وہ ہتھ مار رہا۔ اگر مقدمے میں ایک دوشین گنیں ہوتیں تو شاید
وہ کوشش بھی کرتا مگر دس مشین گنوں سے مسح و جہوں سے ٹکرینا تو صریحاً حماشی
تھی اور عراق کم از کم بندوقی کے کسی لمحے میں ٹوکشی کے بیٹے تیار نہیں ہو سکتا تھا۔
دورانہ ہند ہونے کے بعد اس نے کمرے کا جائزہ لیا لیکن ٹھوس اور سپاسٹ
دیواریں اس کا منہ چڑا رہی تھیں۔ اس نے ایک لمحے کے لیے سر ہٹا دیا اور پھر اس
نے ہاتھ سے گھڑی، تھری اور اس کا ڈنڈا ہٹا لیا۔ گھڑی کے ڈائلس پر ایک
شخص فقط چمکنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ لفظ سترنگ میں تبدیل ہو گیا۔

”میلو سترنگ میں عمران ہول دیا ہوں۔ دور: عمران سے سرگوشی کے سے ملازمین کا۔“
”میں سرسٹائیکٹر ہول دیا ہوں۔ سترنگ میں سب کے لیے ہم جبر ہے اور۔“

میں گھر کی بجلی کی تو اس کے کالوس سے گر گئی۔

”تفصیل سناؤ اور یہ عمر نے سخت پیچھے میں پوچھا۔

”سر جیپ۔“ وہ جگر بھرن کوئی ایک خاص ہوئے تو جگر بھرن کا ایک آدمی کافی دور سے آپ کی تنہا حرکت چیک کر رہا تھا تو رخصت پر پورے چھ ماہ بعد پانچ بجے اپنے گھر سے ٹریپ کا در پیر سے جو شکر کر کے اپنی قریبی گھر پر لے آیا کافی سستی کے بعد جب اس نے رات نہ گھوٹی تو جیپ کے آگے پہنچا کر کرنا پڑا اور تب تمام تفصیلات سننے لگیں۔

وہ جرم منہ پر کا ایک ہم دکن سے اس کا غیر ناخن ہے۔ اس کی زبان پر ہے چاہے کہ کھانے ملک کے خلاف ایک جیہ تک سارا شکر لگتی ہے۔

پانچ بجے جب کہ اس کے بعد نوسا نے ایک معمول ایجاد کر لیا جو جسم میں داخل ہونے کے بعد دھڑکے ان گھر سے مراکز پر اثر نماز ہو تاکہ ہے۔ جہاں جذبات کے غیبت موجود ہیں خاص طور پر خوف اور ہر دو دونوں جذبوں پر وہ زیادہ متاثر ہوا اور

پائیداری سے ترنہ ہوتا ہے۔ نتیجے میں جذبات کو شدید تر کر دیا جاتا ہے اور غیبت کی شدت ہے انتہا پر پہنچ جاتی ہے اس کو دشمنوں نے ہمارے خلاف برتنے کا پتہ لگا

بنیاد چنانچہ یہاں اس کے تجربات کئے گئے۔ جہاں سے کامیاب ہے اور اس کے ”جی دات کو ان کا اس میں شروع ہوا ہے۔ پر گولم پر ہے کہ اس معمول کو جسے

لگاتا۔ جو تجربوں کے بعد سونو کی شکل میں تبدیل کر لیا گیا ہے۔ اس کی کافی سے زیادہ مقدار چاہیں اس کی قوی ہونے کی اور پھر جب یہ سونو چوہا میں مل کر جب

سانی سانس کے ساتھ جسم میں سے گزرتا ہے تو اس کی تیز رفتاری سے گزرتا ہے اور اس کے بعد سونو کے قدرت کا طاقت لگنے میں اس سے یہ ہی حرکت میں زیادہ اثر دلاؤں گے جبکہ میں سے ہی ان جذباتوں کا تحریک مل چکی ہو

یہ عام ملک اور فوجیوں پر ہتھیار کیا گیا ہے کے دینی کے ذریعے چنانچہ یہ سونو صرف ہادی ملک اور فوجیوں پر اثر نماز ہو گا اور ہمارے دیر اور ہنس

عوام اور فوجی انتہائی خوف زدہ اور استاء دے کے پڑل بن جائیں گے اور پھر خود ہی ہمارے ملک میں کی تمام افواج سرحد پر پہنچ چکی ہیں ہمارے ملک پر حملہ کرے گی۔ اس کا نتیجہ جو کہ وہ ظاہر ہے جو ان کا جلال ہے جن میں وہ پکٹر فیصد کامیاب

ہو چکے ہیں اب کل آدمی رات کو جلال پر عمل ہو گا۔ اور یہ پانچ گھنٹے انتہائی تکلیفی رہی رات کی اور عورتیں یہ رپورٹ میں کر جرت سے دھم دے گی اتنی خطر کی سارا شکر

کو جس کا قصور بھی ذکر نہ تھا۔ اس کے ملک میں تقریباً کامیاب ہو چکی تھی ایک ایسی سارا شکر جو اس کے ملک کو ناکارہ کر کے رکھے گی۔ اس کو دیکھ کر جن لوگوں

کیا وہ دکن تیار ہوا ہے کہ اسے تمام تفصیلات کا کوئی علم ہے دور دورہ عمر کے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

”جی ہاں سرور ہر ماہ میں سے ایک ہے۔۔۔ دورہ ڈائیٹک نے جواب دیا۔
”تو جی اس سے عمر جیسا معمول کام کیوں کیا گیا۔۔۔ دورہ عمر نے شکر کو

پیچھے میں سوال کیا
”جی سوال میں سے اس سے کیا خلاص کا جواب تھا کہ فوری طور کوئی نالی کھنے

اور تمام سلطان نے ہمارے کے لیے تمام کامیابیوں کو استعمال کیا جا رہا تھا۔ پانچ گزنی کام کام رضا کا ذہن طور پر لیتے وہ سے لیا تھا۔ اور۔۔۔ ڈائیٹک نے جواب دیا۔

”بہتر۔۔۔ عمر نے لکھ سوچتے ہوئے کہا۔ تم فوراً عمر کا ملک دیکھ کر گئے یہاں پہنچو اور مجھے سنائی کہ کون کون کر دے۔ ایک آپ کا سامان سنا ہے۔ نا۔۔۔ کام

طریقہ ہونا چاہیے۔ اور یہ عمر نے اسے ہدایت دی
بہتر سر اور۔۔۔ ڈائیٹک نے جواب دیا۔

اور سنو فوراً فریڈنس فیرٹ نہایت سارے سکس ایسٹ پر کال کر کے میری طرف سے
 صلح دو۔ اپنا نام بتا دیا کہ تو اس جیڈ کو لارڈ کا تو بی حواس و کور دیا جیسے اور
 ساتھ ہی اس کو اپنی کو بھی جواب دہی جو بتی ہے۔ ایکشن فی الحال زیا جیسے اور یہ
 عزت نہ اسے جیک زبرد کی غصوں فریڈنس بتاتے جسے کہا۔

”اد کے سر پر نہایت سارے جواب دیا
 تم سب سے پاس جلدی چنور اور نیند آئی یہ عزت نے جواب دیا اور پھر فریڈنس
 دیا کہ یہ ختم کر دیا۔
 اس سے جسے پڑتی غصوں سنجیدگی پھیلی ہوئی تھی۔ شاید وہ ذہن میں اس
 سے پہلے کبھی تنازعہ سنجیدہ نہیں سنا ہوگا۔

۱ چانک دروازہ ایک جیسے سے کھلا اور پھر ایک آدمی تیزی سے اندر داخل
 ہوا اس کے چہرے پر بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔
 اس غصہ پر کیا۔ حوی نے بڑی کارٹر کا سامہ رکھا ہے ایک چوڑی میز کے
 پیچھے بیٹھے جیسے آدمی سے کہا اور اس کے الفاظوں کو اس حیرت سے جھٹکا۔
 ”یہ کیسے ہوا؟“ وہ مضطرب طور پر آٹھ کھڑا ہوا۔

اس شاید دانا ڈاکٹر کیسے ہے آئے اس نے خوف زدہ ہے میں جواب دیا۔
 اس تیزی سے آٹھ کو کھینک کے کونے کی طرف بڑھا۔ ”اس نے وہاں پر بڑھو
 ایک دیو سیکل شین کا میں دیا دیا۔ میں پر گئی بڑی ہی مسکرتی رہتی چوڑی
 اور پھر تیزی سے ناب گھما گیا مسکرتی پر کوئی سے باہر کا منظر گھبراہٹا جلوہ جانتی
 تو جیسوں نے کوئی کو گھبراہٹا تھا۔ وہ ناب گھما گیا۔ وہ منظر تیزی سے تبدیل ہوتے

بچے کے کوٹھی کے باہر کامیاب سسرال پر آیا جو تمام فوجوں کے گھیرے میں تھا۔
اس نے ایک لمحہ غور و خوض کوہنجیا اور پھر جن "یا کرشمین" آف کر دی۔

پھر وہ تہی سے کھستہ سے بڑھ نکلا "میرے ساتھ آؤ" اس کو جان سے کہا
مختلف دباہر دیں سے گزرا جو اودھ ایک کمرے کے سامنے رک گیا اس کے ساتھ
اب چند مسیح فوج بھی شامل ہو گئے تھے۔ یہ وہناؤ کھولا اس نے اطلاع دینے
وہے فوجوں سے کہا۔ "وہ جن نے ایک" یہی کو اشارہ کیا اور اس نے شین گن کا
بٹ مار کر مارتوڑ دی اور پھر دروازہ کھول کر وہ صوبہ اندھا دل ہو گئے۔
سامنے چار پانی پر عمران میلا ہوا تھا۔

"کھڑے ہو جو" عمران نے "اس نے خستے سے چپے ہوئے کہا اور عمران اس
سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا بات ہے" عمران نے طبعی طریقہ سے سوال کیا۔

"جلدی تیکو فوج کو اس میں کڑاؤ کر کیسے پہنچایا" اس نے چپے ہوئے کہا۔
"کس فوج کو اور کون سے ہینڈ گارڈز" عمران نے جواب دیا اس سے چپے
کہ اس کوئی جواب دیتا وہ چاہے ہر گز پائے عمران کی گردن پر کالہ کے قریب
ایک موٹا تل نظر گیا تھا۔

"تم کون ہو اور عمران کیا ہے" اس نے قریباً دھاڑتے ہوئے پوچھا۔
"میں عمران ہوں اور تمہاری سادھے کھڑے ہوں" عمران نے کھولتے ہوئے
جواب دیا۔

"تم عمران ہیں اس کے ایک" اس میں کوئی اور ہو عمران کی گردن
پر تل نہیں ہے بلکہ قوی گردن پر تھی موجود ہے" اس نے خستے سے سیاد پٹنے
موتے مارا دل میں تیرہ ہونے کی آری عمران کی تھی۔

"اسے گولی مار دو" اس نے چپے ہوئے شین گن سے مسیح افرو کو کھم دو در
شین گن پر دھڑ سے شین گن آف اس کا غرت کیا۔

"اس نے ایک شخص جھٹکا ہوا دھڑ آیا۔

"اس ہم پر ہوا کی تھک ہونے والا ہے مبارکباد کو کھلی پر میکہ لگا ہے میں؟ اس
نے سخت غور وہ بیچے میں جواب دیا اور کھلے کا کٹن کر اس گھر گیا۔

"باہر ملو اسے ابھی بند کر دو" اس نے حکم دیا اور وہ باہر کمرے سے نکل گیا۔
تلف کمروں میں پہلی کی طرح دوڑا ہوا وہ ایک کھستہ میں پہنچا اس نے سورج کوڑو
نگاہوں ایک شین دبا یا اور پھر فوج کا ایک کوناسٹ گیا۔ اب وہ بیڑھیں نہیں

جیڑی سے بیچے آتا پھلا گیا۔ جلدی وہ ایک بڑے داس میں بیچے گی جس میں ایک
تالی تری شین موجود تھی جس کی ایک تالی چھت سے نکل کر اوپر چلی تھی۔

ہل میں موجود تمام افرو داس کو یوں اچانک اندر داخل ہوتے دیکھ کر گھبرا گئے۔
"جلدی کرو شین چلاؤ" گھر میں فوج شروع کر دو جلدی کر دو" اس نے
چیخے ہوئے کہا۔

اس کا حکم جتنے ہی ایک آدمی نے شین کی بائیں ساڑھ پر لگا ہوا ایک بڑا سا
بندل نیچے کر دیا شین میں ایک نذر دار گڑا دھڑکے کا آواز بھی اور شین کے ٹکڑی
ہر گے مرنے جب تیزی سے چلنے لگے گئے اور ایک سوئی تیزی سے بائیں طرف
جا گئے تھی۔

"اور سپیہ تیز کر دو" دل پار جنگ کر دو" اس نے غیر متعلقہ بھی میں کہا اور ایک
آدمی نے دوسرا جیل دل دیا دیا شین میں گولا گڑا دھڑکے کا آواز بھی اور شین کے ٹکڑی
تیزی سے چلنے لگے۔

اور پھر سوئی تیزی سے دوڑتی ہوئی آجری ہند سے پہنچ گئے۔

ات ہی میزائل اور ہجر کر چاہا کرو۔ ہاں میں نے اس مرتبہ قدمی ملے ہیں۔
کہ وہ مجھ کو شکر تیرے قدم ملے۔ ہوا میں یہیوں کی طرف بڑھا۔

خفت میں سے ہوتا ہوا وہ دوبارہ پہلے واسے کرتے ہیں، اس نے سکون
داں مشین کا ٹین دیا۔ اور تاب گھما، شروع کی اور پھر سکون پر منتظر ہوا۔ ایک طرف
موجہ کرنے کی فوج کے سپہ سالار تھا، خوف دہاتے تھے۔ خوف کی وجہ سے ان
کی آنکھیں چھٹ رہی تھیں۔ باقی شہری نہیں اس طرح پاگلوں کی طرح جھاگ رہے تھے
جیسے ان پر موت چھٹ رہی ہو۔

”باب رہا ابھی بچے تھے۔“

اور اس نے زوردار گھر زور قلعہ گناستے ہوئے مشین کا ٹین آف کر دیا۔
چرہ تیزی سے غرا اور اس نے ایک لڑکی کھول کر اس میں سسپے بڑھانے
میں پھر دیا۔ اور اسے میز پر رکھ کر اس کا ٹین دبا دیا۔ ملد ہی دبا دیا۔
”چینج دی وہ لڑکی وہاں اسپیکنگ اینڈ جیسی فوراً چیف سے بات کرنا تو
ایجنسی اور؟“ پاس نے چیخا شروع کر دیا۔

”ہولڈ پینر، اور؟“ دوسری طرف سے آہٹنے جواب دیا۔ ویسے پاس کے
بچے سے وہ بھی گھبرا گیا تھا۔ پھر ایک لمحے بعد جھکی۔ میبل کے اڑنے کی آواز
میں اور پھر چیف کی آواز بھرا۔

”میں چیف اسپیکنگ رپورٹ اور چیف کے لیے میں تیزی آتی۔“

”چیف میں خبروں فوراً ہوں گریٹ شین وقت سے پہلے مکمل کرنا چاہتا۔“
”آپ فوراً اپنی کارروائی شروع کر لیں۔ اور؟“ گھنے پاس نے پرسش
ہیے میں جواب دیا۔

”جب یہاں کر۔ اور چیف کے لیے میں اور عدالت کی کسی غراہٹ تھی۔“

اور پھر پاس نے تمام وجوہات تفصیل سے بتا دیں۔
”لو۔ کے۔ ہم فوراً کارروائی شروع کرا دیتے ہیں۔ گویہ گزشتہ جوتی سے نگر
لجی۔ اور۔“ چیف نے شاید فقرہ مکمل کرنا وقت ضائع کرنے کے
لہذا فہم کیا۔

اور پھر بالآخر ختم ہو گیا۔ چیف کو شاید جلدی میں اور رینڈل کہنا ہی بھول گیا۔
پاس چند لمحے انتظار کر رہا۔ پھر اس نے ٹین دیا۔ گریٹ مکمل کر دیا۔

”میں سلطان بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ تم کون ہو، عوام یا باغی سرحدی
بتلاؤ۔“ سرسلطان کے بلبے میں شدید ترین گھبراہٹ کے آثار تھے
”میں طاہر بول رہا ہوں جناب۔“ طاہر ان کے بلبے سے گھبرا گیا۔
”عمران کہاں ہے اسے جلد ہی بلاؤ۔۔۔۔۔ ہمارے ملک کا نظام
ورم برجم ہو چکا ہے۔۔۔۔۔ فوجیں اور عوام میں بڑی کاجد بر
پوری شدت پہنچ چکا ہے۔ اندھ دشمن ملک نے حملہ کر دیا ہے اور
وہ تیزی سے آگے بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ ہماری فوج مقابلے کی
جگہ سے جانیں بچا کر بھاگ رہی ہے۔ جلدی عمران۔۔۔۔۔“
سرسلطان قہر بآواز سے اس کے قریب ہو گئے۔

عمران نے ڈانٹ کر اپنے ایک اپ میں چھوڑ کر خود میرٹھی کے
ایک اپ میں باہر نکل آیا۔ اور اس کی خوش قسمتی سے کسی نے اسے
ہار ہاتھ دیکھ کر پوچھ گچھ نہیں کی۔

عمران ۲۵ سے سیدھا دانی منزل آیا اور سب سے ایک
وہ دشمن منزل میں موجود اپنی مخصوص لیبارٹری میں گھسا ہوا تھا۔
ادھر بلیک ڈیو کا سرسلطان ۱۱۔ براہ راست صدر مملکت کے پہلے
در پہ اسے دانی ٹیلیفون کا اس نے ناظرہ بند کر رکھا تھا۔ وہ اب کیا جاہل اس نے شروع کر دی تھی۔ اس کا میں نہیں چتا تھا کہ وہ دانی
وینا سوئے نام مثال کے اس کے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ کچھ ایک دسے۔ ایک جنرل کا عالم اس پر جاری تھا۔ دوسرے نے
عمران نے لیبارٹری میں آکر اسے ڈسٹرب کرنے کی سطح سے ممانعت دروازہ ایک جیسے سے کھل گیا اور بلیک ڈیو گزستے گزستے چلے
کر دی تھی۔
عمران کھڑا تھا بال بچہ سے ہوتے تھے۔ آنکھیں سرخ تھیں۔

فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔ اس نے جھنجھلا کر ریسپونڈ اٹھا
”ایکسٹرنل کالنگ۔۔۔۔۔ اس نے مخصوص بلیک میں کہا۔
”کیا بات ہے۔“ کیا بولے ہو؟ عمران نے غصے کی
شدت سے پوچھنے پر بولے کہا۔

"عمران صاحب — غصہ ہو گیا — انہوں نے گریٹ
مشن مکمل کر لی۔ فوج اور عوام شدت خوف سے پاگل ہو گئے ہیں۔ دشمن
نے قدم بھی کر دیا ہے اور وہ تیزی سے ایڈوانس کرنا چلا آ رہا ہے۔
فوجی مقابلے کی بجائے جہاں جہے ہیں — سر سلطان بلیت کرنا
چاہتے ہیں بلکہ زبردستی شدت جذبات سے ہانپتے ہوئے کہا۔
"اور پرسن کر، ایک لمحے کے لئے عمران کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ پھر
وہ تیزی سے مڑا اور ایک میز کی طرف بڑھا۔ لیبارٹری کی میزوں پر چھپا
ہوئیں بکھری پڑی تھیں۔ ایک فرانٹری کا ماتم تھا۔

عمران نے جھپٹ کر میز پر پڑی ہوئی ایک بڑی سی بوتل اٹھائی اور پھر
لیبارٹری کے دروازے کی طرف بھاگا۔ وہ غصے سے ہٹا ہوا
دوسرے کمرے میں آیا اور پھر وہ ایک ہی جہت میں تین میزوں
پر صحت ہو گیا وہاں کی طرف جا رہا تھا۔

"عمران صاحب — فون! بلکہ زبردستی چمچ کر اسے فون کی
طرف متوجہ کرنا چاہا۔

"شٹ اپ — بڑی بڑی فون! عمران نے جھپٹے ہوئے
چمچ کر سے فون اٹھنے کی شدت سے اس کی آواز پھٹ کر رہ گئی
اور وہ میز پر پھل پھل گئے۔ ہونے بلکہ زبردستی نظروں سے اوجھل
ہو گیا۔

کیپٹن شکیل، منیر، معذور اور جو بیچاروں ایک ہڑے
کمرے میں بند تھے۔ انہیں وہاں بند ہونے کا عذاب وقت ہو گیا تھا
اور ایک بار انہیں وہاں بند کر کے کسی نے مڑ کر ان کی خبر نہیں لی
تھی۔ انہوں نے وہاں سے آزاد ہونے کی بے حد کوشش کی،
بے شمار تجویزیں سر ہیں لیکن کمرے کا اگلیتا مگر معنوی طور پر وہ ان کی راہ
میں دیوار میں بنا ہوا تھا۔

تھک پار کر دیا بیٹھ گئے

رات گزرنے کے بعد تقریباً آٹھ بجے سے زیادہ دن گزر چکا
تھا کہ پہلی بار ان کا دروازہ کھلا اور دس مشین گن بردار اندر داخل
ہوئے۔ مشین گن برداروں نے حبیب و غریب لباس پہنا ہوا تھا وہ
سب غوطہ خوروں کے لباس میں تھے۔ ان کی پشت پر بڑے بڑے
آگین سنڈو بھی مہکاوے تھے۔ انہوں نے ان چاروں کو گھیر لیا اور پھر

انہیں اشارے سے باہر چلنے کے لئے کہا۔ وہ دس مشین گنوں کے سامنے جے بس تھے۔ چنانچہ سوائے حکم کی تعمیل کرنے کے اور چارہ ہی نہ تھا۔

مخافت نہ کروں سے ہوتے بھستے وہ ایک لفٹ کے سامنے جا کر رکتے۔ مشین گن برداروں کے ساتھ وہ لفٹ میں سوار ہو گئے۔ اور جب بھٹا رکی تو وہ عمارت کی چھت پر موجود تھے۔

یہ عمارت چار منزلہ تھی اور چھٹی منزل کی چھت پر وہ اس وقت موجود تھے۔ اس وقت چھت پر تقریباً دس آدمی موجود تھے وہ سب کے سب اسی خود غوروں والے لباس میں ملبوس تھے۔

ان میں ایک شخص نے منہ پر سنگے ہوئے غول کے آگے خود میں لگا رکھی تھی۔ اس کے غول کے اوپر مائیک بھی لگا ہوا تھا۔ وہ سب عمارت کو دہاں موجود دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ عمران کو بھی پانچ مشین گن برداروں نے گھر رکھا تھا۔

”اؤ۔۔۔۔۔ اؤ۔۔۔۔۔“ اؤ تم بھی دیکھو۔ ہم نے تمہارے ملک کی گائیڈ بک دی ہے۔۔۔۔۔ اؤ۔۔۔۔۔ اؤ۔۔۔۔۔ دنیا کی دیگر ترین اور بہادر قوم اس وقت دنیا کی بڑی ترین اور خوف زدہ قوم میں تبدیل ہو چکی ہے۔“ دو درہن والے شخص نے ان کے قریب پہنچنے کے بعد کہا۔

آواز اس کے مائیک سے نکل رہی تھی۔

”دو چر کیپٹن شکیل، تنویر، معذہ اور جو دیا سامنے بازاروں میں ہونے والی جھگڑا کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایسا محسوس ہوا جیسا

جیسے سب لوگ پاگل ہو چکے ہیں۔

انتہائی بدحاشی اور خوف کے عالم میں وہ کئی ہونی پتنگ کی طرح ادھر اُدھر ڈول رہے تھے۔ بے شمار لوگ مر رہے تھے۔

پھر اچانک کیپٹن شکیل اور معذہ کے جسم میں سڑی کی ایک تیز لہر دوڑ گئی۔ انہیں پھر ریاں سی آسنے لگیں۔ وہ نامعلوم کس سے خوفزدہ تھے۔

ادھر جو دیا اور تنویر کو بھی سڑی سی محسوس ہو رہی تھی مگر کیپٹن شکیل اور معذہ کی حالت گم ہر گم بگڑتی جا رہی تھی۔ ٹائیسٹر جو عمران کے روپ میں تھا۔ سر جھکائے کھڑا کانپ رہا تھا۔

خوف سے اس کا بھی رواں دواں لرز رہا تھا۔

”ہاں تم بھی اسی قوم کے فرد ہو، تم بھی بزدل ہو۔ دیکھو ہمارا کارنامہ اب اس ملک کو فنا کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی یا ناہ۔“

باس مسلسل قہقہے لگا رہا تھا۔

ایک ایک وہ قہقہہ نکالتے نکالتے رک گیا۔ نیچے شہر میں ہونے والی شہر بھی اچانک ختم ہو گیا تھا۔ لوگ سن ہو کر رہ گئے تھے۔ کیپٹن شکیل معذہ تنویر، ٹائیسٹر اور جو دیا کو یوں محسوس ہوا جیسے راکٹوں میں دوڑتی ہوئی خوف کی لہر اچانک ختم ہو گئی ہو۔

چند لمحوں تک فضا میں سکوت طاری رہا۔ پھر یکدم شہر بھٹ پڑا۔ لیکن اب صورت حال یکسر تبدیل ہو چکی تھی۔ پسے والے شور اور اس شور میں زمین آسمان کا فرق فنا ہونے لگا۔ خوف کی شدت سے چیخ بھینے لگے۔ اب وہ شدت جو کشش سے اچھل رہے تھے

وہ سب مشین گئیں اٹھائے نیچے کی طرف بھاگے۔ تاہم ایک نئی بات اس کو اٹھانے میں مصروف تھا۔ کایا ایک بار پھر لپٹ چکی تھی۔



سوائے بھاگتا ہوا ایک ڈنڈ میں پہنچا اور دوسرے نے اس نے اٹھ میں پھنسی ہوئی بڑی زمین پر دے ماری۔

بیک ڈیر دہی اس کے پیچھے بھاگتا ہوا ایک ڈنڈ میں آن پہنچا تھا۔ عمران کو جب اس نے بڑی زمین پر مارتے دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ عمران بائبل بوجھا ہے۔

بڑی تو تھکتے ہی اس میں موجود وہاں زمین پر پھیل گیا۔ اور دوسرے نے اس سے بھاری رات ٹھیکے لگے اور تقریباً ایک منٹ میں تمام معمولی براہیں اڑ چکا تھا۔ اب زمین پر صرف بوسے کے ٹکڑے پر رہ گئے۔

عمران چند لمبے خاموش کھڑا رہا اور پھر وہ دس مخصوص کمرے کی طرف بھاگا۔ بیک ڈیر کو اس نے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

مخصوص کمرے میں پہنچتے ہی عمران ٹیکہ ریز سے مخاطب ہو۔
"ظاہر — یہ آخری حربہ ہے۔ اگر یہ کامیاب ہوگا تو ہم نیک بامیں

سیکڑت مردوس کے مہران کے جھول میں بھی ایک برقی دو دروازے تھے۔ وہ نامعلوم خوف ختم ہو کر جذبے اور جوش میں تبدیل ہو چکا تھا۔
باس اور اس کے ساتھی صورت حال میں اس اچانک تبدیلی کو پا کر ٹھہر گئے۔ اور پھر سیکڑت مردوس کے مہران اچانک ان پر پل پڑے۔
مردوس نے مشین گئیں چلائی چاہیں مگر اس اچانک بدلی ہوئی صورت حال نے انہیں الجھا دیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی برقیاتی کی وجہ سے وہ وقت پر عمل نہ کر سکے اور دوسرے کے سیکڑت مردوس کے مہران ان سے بڑی حرج۔ لکھ گئے۔ صرف ایک آدمی کی مشین گن چلی ٹھکانہ خالی گئی۔

دوسرے نے شدت جوش سے سرخ ہوتے ہوئے کیپٹن شکیل نے ایک عہد کو اٹھا کر چوتھی منزل سے نیچے چھپک دیا۔ تاہم نے بھی دو جرموں کا بھی حشر کیا۔ باقیوں نے خوفزدہ ہو کر فرار ہونا چاہا اور ایک جویا نے ایک مشین گن اٹھا کر فائر کھول دیا اور باقی جرم گولیوں کی ہچھاڑ میں موت کا نائن نہ پہنچ سکے۔

"اس کو مت دے۔" اسے زندہ گرفتار کرنا ہے۔ تاہم سیکڑت نے چیخ کر جویا سے کہا جو اب اپنی مشین گن کا رخ بھاگتے ہوئے باس کی طرف کر رہی تھی۔

ٹھکانہ سیکڑت کی چیخ و پکار کے باوجود باس گولیوں کی دھم میں آگیا مگر جویا نے فوراً مشین گن جھکا دی تھی۔ چنانچہ گولیوں نے باس کی ٹانگوں کو کھین کر کسے لٹکے دیا اور وہ وہیں گر پڑا۔

"نیچے جتنے بھی جرم سب ختم کر دو" صغیر نے چیخ کر کہا اور پھر وہ

گئے وہ
 عمران خاموش ہو گیا۔ اس کا چہرہ کلاش سے سرخ ہو گیا تھا۔
 اس نے میز پر رکھا ہوا ریسیور اٹھایا مگر لائن بے جان تھی۔ جھٹلا
 سرسٹان اس ہنگامی صورت حال میں عمران کی کالی کے انتظار میں
 کب تک بیٹھ رہے۔

عمران نے کریڈٹ نہ دیا اور پھر ہڈی اٹل کرنے شروع کر دیئے۔
 ہڈی اٹل کر کے اس نے ریسیور کا فون سے منگایا چند لمحوں بعد رابطہ
 مل گیا۔

"ایجنٹ پیپلنگ سران، میری جیسی لائق "عمران نے بھرتے ہوئے
 بلے میں کہا۔

"مسٹر، کیسٹو — غضب ہو گیا ہم جاہ نہ گئے۔ دشمن تیزی
 سے علاقے پر ملائے بیخ کرتا ہوا چلا آ رہا ہے اور ہماری فوجیں
 اسکو پیپلنگ کے برابر رہی ہیں۔ بس اب چند گھنٹوں تک دارالحکومت
 پہنچ جائیں گی۔

اور پھر در سری طرف سے صدر مملکت کی آواز بھرا گئی۔
 "آپ بے فکر رہیں جناب، ہمارے ملک کو دنیا کی کوئی طاقت تباہ
 نہیں کر سکتی۔

"خطبر دستور ایجنٹو — برڈون منٹ "صدر مملکت کے
 بیچے میں اپنا ٹک تبدیل کی گئی تھی۔ پھر چند لمحے بعد ان کی پُرسرت آواز
 آئی۔

"سارک ہو مسٹر ایجنٹو — قہار اکبرناجی ثابت ہوا۔ ایک

مہزہ ہو گیا ہے۔ فوجیوں اور حوام کا تباہ ہوا اس حال ایکدم بند ہو گیا ہے
 تمام حوام اور فوجی ایکجا عجیب جوش اور نامعلوم جذبے سے پُر ہو
 گئے۔ فوج نے دوبارہ اسکو سنبھال لیا ہے۔ انہوں نے دشمنوں
 کے حملے کو روک لیا ہے۔ دن منٹ "۔

"اوہ ویری گڈ — قہنگ گڈ — مسٹر ایجنٹو، مبارک
 ہو۔ دشمن ہماری فوج کے بے پناہ جوش جذبہ اور ہمدردی کی تاب نہ
 لا کر تیزی سے پیچھے ہٹ رہا ہے۔ مہزہ بے مہزہ "صدر مملکت
 کا لہجہ بے پناہ جوش سے پُر تھا۔

"جی ہاں جناب — اور یہ مہزہ ایک اہل نے انجام دیا
 ہے۔ "عمران نے چپکے ہوئے کہا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔

ہیں اس دوا کے اثر سے یہ بنیاد اہتمامی شدت پکڑ جاتے ہیں۔ یہ ایک اہم اور انقلابی ایجاد تھی۔ اسے اگر تعمیری معاہدے کے لیے استعمال کیا جاتا تو اس سے انسانیت کو بے بہا فوائد پہنچ سکتے تھے۔ مگر ہمارے ہمسایہ ملک کی کمینی فطرت نے اسے تعمیری کی بجائے تخریبی معاہدے کیسے استعمال کر لیا۔ پر اسکیا اور چونکہ وہ مشروح سے آج تک ہمارے ملک کو تباہ کرنے کے جنون میں مبتلا رہا ہے۔ اس لیے اس کا پہلا نشانہ ہم بنے۔ دشمن ملک نے ایک بڑے اس مقصد کے لیے ہمارے ملک میں بھی جس کا سرواڑہ دشمن کی سیکرٹ سروس کا مشہور جاسوس اور سیکرٹریٹ کیسٹ آرمی تھا۔ اس کی بیٹھیں چند سرکردہ سائنس دان بھی شامل تھیں۔ انہوں نے نہایت خاموشی سے یہاں اپنا جال بکھایا اور دشمن ملک کی یہاں موجود مقامی تنظیم سے انہوں نے یہاں وسیع پیمانے پر اپنے انتظامات مکمل کر لیے۔ سیکرٹریٹ انجمنٹ آرمی کئی سال پہلے چونکہ عراق کے ماموں ایک مجلس میں ذلت آمیز شکست کھا کر مزارع حوجا تھا۔ اور پھر دشمن ملک کی سیکرٹ سروس کی کسٹ میں عراقی اہتمامی فوجیوں کی شہیت سے سب سے پہلے غمزدہ تھا۔ اس لئے انہوں نے پہلا وار عراق پر کیا۔

عراق کو اول ذوق شائے جایا گیا۔ گو، میں میں عراق کی مرضی بھی شامل تھی۔ مگر عراقی ان کا قصد جانا چاہتا تھا مگر عراقی دہل سے جو مل کر دیا گیا اور پھر انہوں نے عراق کے سبھ میں وہ دوا انجیکٹ کر دی جو عراقی کی اطلاع پر فوجیات خود وہاں پہنچا۔ لیکن جیسے ہندوستان کی دہر ہوئی۔ وہ دشمن ایسا کام کر رہے تھے۔ یہ عراق میں عراق کو دوا سے نکال دیا۔ مگر عراق کی بہت اہستہ حالت بدلتی جا رہی تھی۔ یہ عراق کی، اہتمامی سفیہ قوت اراہی اور

دشمن ممبر کے میننگ ہال میں تمام ممبران جمع تھے۔ عراقی بھی ایک صورت پر بیٹھا اونگہ رہا تھا کہ شاید سیکرٹریٹ کی بجائے اس کے بلکہ جو بھڑکے جن سے کیا۔ وہ ایسٹو کی خصوصیات اور اسے بال گونج اٹھا۔
اس میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ، میں کہیں کی تفصیلات سننے کے لیے بے چین ہوں گے۔ یہ کہیں ایک عجیب و غریب کہیں تھا۔ ایسا کہیں اس سے پہلے میری زندگی میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ ایک بھیہ ملک عربین سازش تھی۔

ہمارے ہمسایہ ملک کے سائنس دانوں نے اتفاق سے ایک ایسی دوا تیار کر دی جو دماغ کے گہرے مراکز پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ مراکز جذبات کے محسوسات پر لگتی ہیں۔ تمام جذبات کی تحریک اپنی مراکز سے اٹھتی تھی اور دماغ سے اس دوا میں ایک خاصیت تھی کہ یہ صرف دماغ کے اس مرکز پر اثر انداز ہوتے تھے جو صرف اور بروہی کے جذبات کے مرکز ہوتے

مردوں کو مٹا کر کھنکھار دیا گیا۔ سر سلطان غلام سہیل نے اس سے بات کی۔
 کیس مری جو بھی نہیں آیا۔ میں نے مزید تعقیبات لینے کے لئے عمران کو
 سر سلطان کے پاس بھیج دیا۔
 مگر عمران کی حالت اب بھی تباہ ہو چکی تھی وہ دیر اور بیمار و مران کی جگہ
 ہند اور نوبت ذہن مرد مران میں تبدیل ہو چکا تھا۔ مگر ایک ہیبت انگیز
 اتفاق رونما ہوا۔ سر سلطان نے اتفاقاً طور پر جاسے کی بجائے اس میں کون
 جوان اس کے دو گلاس پینے ہی مران کی حالت بدل گئی۔ اس دوا کا اثر فوٹ
 گیا۔ مران وہاں سے واپس آیا تو صدر کے پاس گیا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ
 صدر کی قطعی طور پر کاپا پٹ مٹی تھی۔ خوف کے بدلہ پناہ جذبے نے اسے
 جلد دیا تھا۔ مران نے یہ چپ کر کے سکیلے آیا یہ صرف ذہنی کیفیت ہے
 یا پھر اس کے ساتھ جسمانی احتیاط بھی ہوتا ہے ایک ڈرامہ کھیلادری صدر
 اور جوڑت کی لڑائی کرادی اس کا خیال ٹھیک ثابت ہوا صدر کو سنی احتیاط
 کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بھی ناکارہ ہو چکا تھا۔ جوڑت نے صدر کو مدد
 کی طرح دھک کر رکھ دیا۔ پھر مران نے تجربے کے طور پر رموں میں موجود دایڈ
 کی ایک بڑی ڈوز دی۔ نتیجہ اس بار بھی حضرت انجیڑا۔ صدر قطعی ٹھیک ہو
 گیا چنانچہ کیشن ٹیکل اور چوٹان کو بھی اسی علاج سے ٹھیک کر لیا گیا۔
 اس دوران مجرموں نے جھوٹی کے وارنٹ لانٹ میں وہ دوا ملا دی اور
 پھر انہوں نے دار الحکومت کے شہریوں پر یہ تجربہ آزما دیا۔ اور تینت دارا حکومت
 میں اس دن خونخوار بھڑان آ گیا۔
 میں نے مران کے علاج کے لیے ایک مشہور اور نووارد سائنس کاروبار
 کو بلایا تھا۔ مگر عمران کو شبہ ہو گیا کہ یہ شخص نفسیات کی انجیڑے بھی

بھارت درجہ ثانی قوت تھی کہ وہ اس دوا کے اثر میں یکدم نہیں آتا مگر
 وہ آہستہ آہستہ اس دوا کے اثر میں بکوتا چلا جا رہا تھا اور میں علم
 ہی نہیں تھا کہ کیا پکڑے میں نے کیشن ٹیکل چوٹان اور صدر کو اوٹھ کر
 کی ٹھکانی کے لئے سمجھا مگر مجرم اوٹھ کر فوٹ کے تہ خانوں کو تباہ کر کے اپنے
 پلان کے مطابق وہاں سے جا چکے تھے۔ کیونکہ انہیں علم تھا کہ سیکرٹ سرورس
 وہاں ضرور چھاپا رہے گی اس لیے انہوں نے خفیہ گھرائی نہ کی۔ نتیجتاً چوٹان
 ان کی نظروں میں پڑے گئے۔ وہی میں یہ جو یا کے ٹھیک میں موجود تھے۔ کہ
 مجرموں نے ٹھیک پر دھاوا بول دیا۔ انہیں شٹنگ گیس سے بلے جوش
 کر کے کیشن ٹیکل۔ صدر اور چوٹان کے سہل میں بھی وہ دوا انکٹ کر دی۔
 چوٹان کو انہوں نے غیر مٹی لڑکی سمجھ کر اغوا کر لیا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر یہ ٹھیک
 سرورس کی مرہبہ نہ مین مٹی ہونے کی وجہ سے یہ اس ملک کی اتنی وفادار نہیں
 ہوگی۔ چنانچہ اس سے سیکرٹ سرورس کے راز زیادہ سانی سے مل جائیں
 گئے۔
 اور وہ پہلے ہی فوجی جھوٹی کے ملک چائٹ میں وہ دوا شامل کر کے
 تھے۔ چنانچہ ملٹی میڈیٹل جنس نے کاڈرا جیف کو فوجوں کے ایک ایک مٹلے
 بزدل ہر مانے اور جنگ سے خوف زدہ ہونے کی رپورٹ دی۔ کاڈرا جیف
 نے وزیر دفاع کو مطلع کیا، وزیر وزیر دفاع نے سر سلطان کو اس بات سے
 کیا۔ مشورے شروع میں رپورٹ مذاق اور ضل رہا سمجھی جاتی تھی کیونکہ ایک
 قطعی عجیب اور نامکن عمل میر تھی مگر محض تعلق کی مدد سے جب اس پر مزید
 غور کیا جاتا تو سمجھا کہ سچے سچے آہستہ آہستہ
 چنانچہ ملٹی احکام کی ٹھیک میں اس کیس پر مزید ہوا اور آخر کار اسے سیکرٹ

واقف نہیں۔ چنانچہ اس کی نگرانی کرائی گئی۔ مزید انکشافات ہوتے وہ
جرموں کا آدمی تھا۔

صدر ملکت نے جنگامی جنگ کال کی۔ وہی ڈاکٹر ایک اور مشہور سائنس دان
کا روپ دھار کر وہاں پہنچ گیا تاکہ حکومت کو غلط راستے پر ڈالا جائے۔
مگر چونکہ مجھے پہلے اطلاع مل چکی تھی۔ اس لیے اُسے جنگ کے
دوران پکڑ لیا گیا اس نے خودکشی کر لی۔ چنانچہ جرموں کا یہ منصوبہ
ناکام ہو گیا۔

جولیا جرموں کے ہیڈ کوارٹر سے انتہائی بے باوری کا مظاہرہ کرتے ہوئے
فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ چنانچہ اس کی نشاندہی پر اس کو بھی پر
چھاپہ مارا گیا۔ لیکن زمین دوز سرنگ کے راستے وہ پہلے ہی فرار ہو کر
دوسری عمارت میں منتقل ہو چکے تھے۔ عزم۔ صغیر۔ جولیا۔ کیپٹن مشکیں
اور توہراس سرنگ کا سراغ لگاتے لگتے جرموں کے ہاتھوں گرفتار
ہو گئے۔

جرموں نے اپنے ایک اہم دکن کو ان کی نقل و حرکت کی نگرانی
کے لیے مقرر کیا ہوا تھا اُسے پکڑ لیا گیا۔ پھر اس کا روپ دھار کر
مران کا ایک آدمی جرموں کے ہیڈ کوارٹر پہنچا۔ اُس اہم دکن نے اس
نام مشکیں کی تفصیلات بتا دیں۔ جو انتہائی کمیا تک تھیں۔ جرموں کا اصل پلان
یہ تھا کہ پہلے چھوٹے چھوٹے جرموں کے کمرے کے عوام اور فریبوں کی
فورت امانی اور صفائی و دھائی نظام کو زبردستی دیا جائے۔ اور پھر اس کو جو
سفوف کی شکل میں تبدیل کیا جا چکا تھا۔ جو اس پھیلا دیا جائے۔ سائنس
کے ذریعے اس دوا کے ذرات انسانی جسم کے اندر پہلے جلتے اور پھر پستے ہو کر

دھائی نظام کی بدولت عوام اور فوج پر اس کا اثر شدید ہوتا اور ہر سپاہی ملک
محبودیتہ غیر میں عوام اور فوج چونکہ پہلے ہی انتہائی بزدلی اور خوف زدہ
ہوتے ہوئے وہ آسانی ملک پر قبضہ کر لیتے۔ مران اپنے آدمی کو اپنا ایک
کر کے دہاں چھوڑ آیا اور خودہ جرموں کے اس اہم دکن کا ایک آپ کر کے
باہر نکل آیا۔ جرم کسی بھی وقت یہ شش مکمل کر سکتے تھے۔

چنانچہ مران نے اس کا توڑ موحنا شروع کیا۔ میں نے جرموں کے ہیڈ کوارٹر
کا فوج سے معاہدہ کر لیا۔ حالات چونکہ انتہائی نازک تھے اس لیے ہر باطل تھا
کوڑا سبھی شہر ہونا کہ جرم اپنی کارروائی کر رہے ہیں تو بے باور منت سے ہیڈ کوارٹر
تیار کر دیا جاتا کہ جرم اپنا کام کرنے سے پہلے تمام ہرجا میں گواہ میں میرے
چار پانچ ممبر بھی تم ہو جائے مگر میرے ملک کی تباہی کو دیکھ رکھتے ہوئے
میں نے ان کی قربانی قبول کر لی۔ جرم اس صورت حال سے محفل گئے تباہ
ابوں نے فوری طور پر اپنا کام کر دیا۔ یعنی اس صورت کی کثیر مستعد ہوا
میں ملادی۔

ادھر جرموں کی خیر اظہار کی ٹاپر ہر سپاہی ملک نے اپنے پلان کے
مطابق ہم پر ہو کر دیا۔ حالات قطعی غلاب ہو گئے۔ ہمارے عوام اور فوجی
بزدلی اور شدید خوف زدہ ہو گئے۔ چنانچہ وہ لڑنے اور شہر کے لیے
اسلو پیک کر ڈار ہونا شروع ہو گئے۔ چنانچہ دشمن قاتلانہ انداز میں آگے بڑھتا
ہوا آیا۔ حتیٰ کہ ہمیں ملک کی تباہی کا یقین ہو گیا۔

گرمیاں میں مران کی سائنس میں ڈاکٹریٹ ملک اور قوم کے کام آگئی اس
نے چند گھنٹوں میں ہی ایک ایسی دوا تیار کر لی جو ہر ماں میں کرب و غم کے
سائنس میں شامل ہوتی تو دماغ کے ان مراکز پر فوری طور پر اثر نماز ہوتی۔

جس سے جذبہ، جوش اور بیادہ کی کوئی تکلیف نہ تھی۔ دشمن ملک کے سامندران
ساتھ سال کی گفتگو کے بعد جو فارمولہ بنا سکے اس کا توڑ جلد دوسرے لفظوں میں
صبح قیومی فارمولہ مرزا نے اپنی خداداد ذہانت کی بدولت چند گفتگوں میں تیار
کر لیا۔

چنانچہ اس نے فوری طور پر وہ دوا میرا بھی شامل کر دی۔ نتیجے میں بزدلی
اور نفرت کا جذبہ ختم ہو کر حوام اور فوج میں جذبہ جہاد ہی اور جوش اپنی شدت
کو پہنچ گیا اور دشمن کا پلان ٹیل ہو گیا۔ ہندی بیادہ افواج اور دیر حوام دشمن کے
سامنے ڈٹ گئے۔ اور پھر دشمن کو مجبوراً چڑی سے پسپا پٹا پڑا۔ حتیٰ کہ ہماری فوج
نے دشمن کو اپنے علاقے سے دھکیل کر ان کے علاقے پر دھاوا بول دیا۔ اور دشمن جبراً
شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

اور حریف کی ہوتی کیفیت کے پیش نظر سیکرٹ سروس کے ممبران نے مجبوراً پر
دہرول دیا اور تمام جرم مارے گئے اور ان کا پاس ہر چھ شے تک رکھی ہوا، اچھیلی
لوٹ بکثرت نکل جانے کی وجہ سے وہ بھی ختم ہو گیا۔

آخر کار دشمن جو جہاد سے ملک کو تباہ کرنے آیا تھا ویسے علاقہ ہمیں دے کر
میں پر مجبور ہو گیا اور اس طرح دشمن کے منصوبے خاک میں مل گئے اور اسے
مہر تباہ شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

یہ تو حسین کیس کی مکمل تفصیلات اس کے ساتھ ہی ہیں ایک بار پھر اپنے
ممبران، خصوصاً جولیو اور بالخصوص مرزا کو یاد دلادیتا ہوں۔ کہ انہوں نے
اس کیس کے دوران قابل فخر کارنامے انجام دیئے ہیں اور صحیح بات تو یہ ہے کہ
کیس تقاضی مرزا کا کیس رہا۔ اسی سے مشروط ہوا۔ اور ماسی نے قسم بھی کیا۔ دشمن کو
مرزا سیکرٹ سروس اور ملک کی لاپلاچے آئے تھے۔ مرزا نے انہوں کو ان کی لاپلاچہ

پٹنی کو شایان کی آئندہ آنے والی تسلیں بھی اس سے عبرت حاصل کرتی رہیں گی۔

”کوئی سوال“ ایکٹو نے طول ماسی نے کر رکھا۔

”جناب ایک سوال ہے، کیپٹن خشک کی لپ“

”ہاں پوچھو“ ایکٹو نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

”جناب دشمن ملک کی فوج نے جب ہم پر حملہ کیا تو وہ کیوں نہ اس دوا سے
جو پورے ملک کی ہوا میں پھیل چکی تھی لڑا پڑا ہو جاتا۔ اور پھر جب مرزا صاحب
کے اس کے جواب میں دوا ہوا میں پھیلائی تو دشمن کے فوجی جو جہاد سے ملک میں
موجود تھے اس دوا سے لڑا پڑا کیوں نہ ہوئے کیپٹن خشک نے پوچھا۔

”دیری گڈ پرائسٹ مشرقی، دواصل بات یہ تھی کہ دشمن کی اس بات کا
منظرہ تھا کہ ہمیں ان کی فوج بھی اس دوا کے تحت بزدل نہ ہو جائے۔ انہوں نے
اس کا پینٹل انتظام کیا۔ اور ہر سپاہی کو غلط فہمی کا لباس پہنایا۔ تاکہ وہ ہماری
جو اس سائنس میں اور عام ہوا سے پڑ سکیں اور یہی چیز جہاں پہنچے ان کے لیے
فائدہ مند ثابت ہوتی بعد میں نقصان دہ بھی“ ایکٹو نے جواب دیا۔

”سردار جن کی ہائر فوس نے ہم پر حملے کیوں نہیں کیا جب کہ وہ بری فوج کی
فہمت آسانی سے یہاں تباہی پھیلا سکتی تھی“ مندر نے دوسرا سوال کیا۔
”دواصل دشمن کو چونکہ اپنے چان کی کامیابی کا مکمل یقین تھا۔ اس لیے اس
نے ہائر فوس سے محض تر فوری سمجھا۔

جب بری فوج کی ہائر فوس کے ملک فتح کرے تو ہائر فوس کو کیوں
دیکھ دیا جائے۔ ایکٹو نے جواب دیا۔

صوبہ خالص ہو گئے۔

”اور کوئی سوال“ ایکٹو نے پوچھا۔ مگر صوبہ خالص رہے۔

مسٹر عمران میں ایک بار پھر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور میں حکومت سے سفارش کروں گا کہ وہ آپ کے ذرا یکبارہ فارغ ہونے پر مزید تحقیق کر کے اس ملک کی بہتری کے لیے اُسے کام میں لائے۔ اور وہ اپنے ذمہ

ایکسٹریکٹ کر لیا۔ جو یہاں آئے ہیں۔ اور سب لوگ یوں نہیں آئیں۔ بلکہ ان سے عمران کو دیکھنے گئے۔ جیسے وہ کسی مافوق الفطرت ہستی کو دیکھ رہے ہوں اور عمران تقدیر کی طرح انہیں بند کئے دور دور سے غرائے بنے گا۔

عمران صاحب "صندوق نے انتہائی پر خلوص انداز میں اسے بتایا۔

"صندوق چھپا ہوا عمران کے پاس آئیں کھول کر خود سے کہا اور صندوق

ہم ہاں ہے مانتہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔

ختم شد

ڈاٹ کام